قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ
آپ فرما دیجئے، لاؤ تم اپنی دلیل اگر سچے ہو

آئینہ حق و باطل

علامہ غلام نصیر الدین چشتی

جماعت اہل سنت و جماعت شعبہ خواتین
فاروق آباد شیخوپورہ

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

"فرما دیجئے لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو"

آئینہ حق و باطل

علامہ غلام نصیر الدین چشتی

جماعت اہلسنّت و جماعت

شعبہ خواتین فاروق آباد شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب .... آئینہ حق و باطل
مولف .... علامہ غلام نصیرالدین چشتی گولڑوی
تصحیح .... محمد یٰسین قادری شطاری
.... محبوب احمد چشتی
تاریخ طبع .... ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء ۲۱ رجب ۱۴۱۵ ہجری
ناشر .... جماعت اہلسنّت و جماعت شیخوپورہ
.... شعبہ خواتین فاروق آباد
قیمت .... ۲۵/- روپے

ملنے کا پتہ

○ ادارہ لوح و قلم جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور نمبر ۸ - کوڈ نمبر ۵۴۰۰۰

○ محبوب علی غوثیہ کریانہ سٹور مین بازار مقابل
جنوب مشرقی گیٹ غلہ منڈی ہارون آباد

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بوئے عشق

دین، ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر
حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر
(ضرب کلیم)

دین کیا ہے؟ دین اسلام کی آسان اور سادہ تعبیر یہ ہے کہ ۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست

○ ...... اور خدا کی قسم جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اس نے خدا تعالیٰ کو کبھی نہ پایا۔

انسانیت کا مرکز "توحید" اور وسیلہ "رسالت" ہے

علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اقوام کی تہذیب و تمدن اور معاشرے میں اصولی اور بنیادی اختلافات کی سب سے بڑی وجہ "توحید باری" کے عقیدے میں اختلاف کا پایا جانا ہے۔ بنی نوع انسان کو ایک مرکز پر لانے کا کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ

انہیں معبود واحد کی وحدانیت کے اعتقادی مرکز پر جمع کر دیا جائے۔ لیکن فطرت انسانی محض عقل کی روشنی میں اس مرکز وحدت تک پہنچنے میں کسی ایسی دلیل کی محتاج تھی جو صحیح معنی میں اسے منزل مقصود تک پہنچا دے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے ایسی کامل اور قطعی دلیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ رسالت توحید کی دلیل ہے اور اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ دعویٰ اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے اور اس دلیل کو دعویٰ سے اتنا قرب ہے کہ دونوں کے درمیان واؤ عاطفہ تک کی گنجائش نہیں۔ معلوم ہوا کہ قرب الٰہی کا ذریعہ صرف قرب مصطفائی ہے اور توحید کا وسیلہ رسالت ہے۔ (ماہنامہ السعید مئی، جون ۱۹۶۴ء)

اے نور خدا چہ باخدا آمدہ ای
باشان جمال کبریا آمدہ ای

آئینہ پیکرت صد اظہارست
حق جلوہ و عبد حق نما آمدہ ای

(آغوش حیرت)

سبحان اللہ ما اجملک بے رنگ دے اس مورت تھیں۔

بمصطفےٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(اقبال)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے تمام اہل و عیال، مال و دولت اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ وَ فِیْ حَدِیْثِ الرَّجُلُ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (صحیح مسلم شریف کتاب الایمان) اس حدیث مبارک میں ایمان کا مدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کی تائید ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (القرآن ۲۴ - ۹)

ترجمہ : "آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ، اولاد، بھائی بہن، بیویاں دیگر رشتہ دار کمایا ہوا مال، وہ تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکان تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

اس حدیث شریف اور آیت کریمہ کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہوئی۔ جس شخص میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً نہ ہو وہ مطلقاً مومن نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

محب کی پہچان : یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کون محب رسول ہے اور

کون نہیں ہے ہم اس جگہ محبت کی چند علامات کو ذکر کر رہے ہیں تاکہ محب اور غیر محب میں فرق کیا جاسکے چنانچہ۔

○..... محبت کی ایک واضح علامت یہ ہے کہ محب کو محبوب میں نہ کوئی برائی دکھائی دیتی ہے اور نہ وہ اس کی برائی سن سکتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے عیب ہیں۔ کیونکہ آپ محمد ہیں اور حمد ہمیشہ حسن کی ہوتی ہے عیب کی نہیں ہوتی۔ بس جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی وجہ سے عیب نظر آئے یا کسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی سن کر خاموش رہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محب نہیں ہو سکتا۔

○..... محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کا ذکر کرتا رہتا ہے اور اس کے ذکر سننے سے خوش ہوتا ہے لہذا جو شخص کسی وجہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو روکے یا آپ کا ذکر سننا ناپسند کرے۔ وہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محب نہیں ہو سکتا۔

○..... محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ محب کبھی محبوب کے مخالفوں سے دوستی اور میل جول نہیں رکھتا۔ پس جو شخص حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین سے میل جول رکھے وہ ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محب نہیں ہو سکتا۔

○..... محبت کی ایک علامت اطاعت ہے جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کا ہر حکم مانتا ہے اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محب وہ شخص ہو گا جو آپ کا فرمانبردار ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس شخص کے عمل میں کوتاہی ہو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محب نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں عبداللہ نامی ایک شخص تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا ایک مرتبہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس کے شراب پینے کی وجہ سے اس پر حد جاری کی' دوران حد کسی صحابی نے کہا اے اللہ ! اس پر لعنت فرما یہ کس قدر شراب پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا محب ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ بسا اوقات مسلمان معصیت کے غلبہ سے مغلوب ہو کر گناہ کر لیتا ہے۔ لیکن اس کا دل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی نہیں ہوتا۔ (شرح مسلم شریف حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

ایمان کا حقیقی معیار؟

محدث الہند امام احمد رضا خان قدس سرہ فرماتے ہیں ۔

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

تمہید ایمان صفحہ ۷ '۸ میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں :

" ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ...... اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے ...... کہ تم جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم' کتنی ہی عقیدت' کتنی ہی دوستی' کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو' جیسے تمہارے استاذ' تمہارے پیر' تمہاری اولاد' تمہارے بھائی' تمہارے احباب' تمہارے بڑے' تمہارے مولوی' تمہارے حافظ' تمہارے مفتی' تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد۔ جب وہ محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً" تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے) فوراً" ان سے الگ ہو جاؤ۔ ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخیت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں۔ کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام و علم و ظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہترے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات نبانی چاہی اس نے حضور ﷺ سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کر لو تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے؟

قرآن و حدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے...... مسلمانو کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگرچہ اس کا پیر یا استاذ یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہاں سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً" سخت شدید نفرت نہ کرے گا؟ اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ اپنے حال پر رحم کرو۔

دیکھنا سرکار کا انکار نہ ہونے پائے
ایسی توحید تو شیطان بنا دیتی ہے

عشق رسول ﷺ کے دو ایمان افروز اور عبرت آموز واقعات

معروف قانون دان محمد اسمٰعیل قریشی "ناموس رسالت" میں لکھتے ہیں۔ راجہ سید اکبر ایڈووکیٹ مرحوم جو حلقہ بگوشان اقبال سے تھے اور گاہے بگاہے علامہ کی مجلس میں حاضر ہوتے رہتے تھے نے بیان فرمایا کہ ایک دن علامہ (ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمتہ) کے گرد ان کے ارادت مند جمع تھے اور علمی مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک اشتراکیت زدہ طالب علم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی "محمد صاحب" کہہ کر لے لیا۔ پس پھر کیا تھا علامہ غصہ سے کانپنے لگے، چہرہ سرخ ہو گیا، فرمایا "نکال دو اس نابکار کو میرے سامنے ...... اے میرے آقا اور مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام (مبارک) لینے کی بھی تمیز نہیں ...... پھر

آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور بڑی دیر تک ان پر غم و غصہ کی یہ کیفیت طاری رہی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۹ نومبر ۱۹۹۳ء)

دوسرا واقعہ : حکیم اہلسنت، حکیم محمد موسیٰ امرتسری دام فیضہ لکھتے ہیں تقریباً نوے سال پہلے حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علی پوری قدس سرہ نے امام الائمہ سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس سراپا قدس منعقدہ مسجد جان محمد امرتسر کے اجتماع عظیم میں بیان فرمایا تھا کہ۔

" امرتسر کے گرجا کے سامنے کھڑا ہو کر ایک پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کر رہا تھا اور وہ پادری دوران تقریر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ادب و احترام سے نہیں لیتا تھا۔ سامعین میں ایک بھنگڑ اس حالت میں کھڑا تھا کہ بھنگ گھوٹنے والا ڈنڈا اس کے کندھے پر تھا۔ اس خوش بخت نے کہا "پادری ! ہم حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو برحق نبی مانتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں تو بھی ہماری سچی سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام پاک ادب سے لے۔" مگر پادری پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا، تو عالی ہمت نے پھر ٹوکا جب پادری نے تیسری بار بھی اسی طرح نام لیا تو اس پاک نہاد نے اپنا وہ ڈنڈا جس سے بھنگ گھوٹتا تھا اس زور سے پادری کے سر پر دے مارا کہ پادری کا سر پھٹ کر بھیجا باہر آگیا اور وہ مردود بیان دیئے بغیر واصل جہنم ہو گیا۔ یہ عاشق صادق پکڑا گیا۔ موت کی سزا ہوئی۔ انگریز جج نے یہ لکھ کر بری کر دیا کہ

" پادری کا قاتل تکیہ نشین بھنگڑ ہے۔ کوئی مولوی نہیں۔ مولوی اور پادری کی کوئی باہمی رنجش ہو سکتی ہے

بھنگڑ سے پادری کی دیرینہ یا تازہ رنجش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ پادری نے ضرور اس کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ میں اسے بری کرتا ہوں"۔

اس واقعے کے نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ پادری حضور پرنور سید الانبیاء علیہ **التحیتہ والثناء** کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں کہہ رہا تھا صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آداب سے نہیں لیتا تھا یعنی مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح "جس کا نام محمد یا علی ہے" وہ کسی چیز کا مختار نہیں (نقل کفر کفر نباشد) (**تقویۃ الایمان** صفحہ ۴۷) یعنی پادری صرف "محمد صاحب" کہہ رہا تھا اور اس تکیہ والے عاشق صادق کو یہ بات بھی ناگوار گزری اور اس نے اپنے مذہب عشق کا جھنڈا بلند کر دکھایا خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (آمین)

عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عالم و مفتی سے پوچھے بغیر ادب نہ کرنے والوں کو جہنم رسید کر دیتے ہیں تو کوئی گستاخ ان کے خنجر براں سے کیونکر بچ سکتا ہے۔ ان کا مفتی ان کا وجدان ہوتا ہے ان کا پیر و مرشد ان کا جذبہ عشق ہوتا ہے لہذا ایسے ان پڑھ غازیوں کا یہ کام ہمیشہ لائق تقلید ہوتا ہے۔ کفار کی حکومت میں تو اسی طرح ہونا چاہیے اور ہوتا رہا۔ مسلمانوں کی حکومت میں یہ عدالت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سچی شہادتوں کے بعد گستاخ رسول کے قتل کا حکم صادر کرے تا کہ مزید الجھنیں اور پیچیدگیاں پیدا نہ ہو سکیں۔ (گستاخ رسول کی سزا قتل۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۸۸ء)

حرف آخر : برادران اسلام ! آج امت مسلمہ کو اتحاد و اتفاق کی جو ضرورت ہے وہ کسی بھی ذی ہوش انسان سے مخفی نہیں ہے۔ بالخصوص مملکت

اللہ داد اسلامیہ جمہوریہ پاکستان جس قسم کے نازک حالات سے دوچار ہے اور جن حساس نوعیت کے فوری حل طلب مسائل میں گھرا ہوا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب اسلام دشمن قوتوں کے مقابل جسم واحد کی شکل اختیار کر کے بنیان مرصوص بن جائیں مگر اس کے علی الرغم صورتحال اینکہ ۔

افراد ملت اند بے ربط وفاق
پے بردہ رہ کدورت و بغض ونفاق
تنویر یقین زفرقہ بندی گم شد
وا دند عروس ننگ راہر سہ طلاق

(آغوش حیرت)

اور ادھر اقتدار کے پجاری سیاسی فرقہ پرستوں کے نزدیک سیاست کے معنی حصول اقتدار یا بقائے اقتدار کی خاطر ہر قسم کے جائز اور ناجائز ہتھکنڈوں کو بروئے کار لانا ٹھہرے ہیں اور ظاہر ہے جب کسی چیز کی چاہت اور اس کا عشق "ہوس" کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو پھر بقول بزرگ صحافی الطاف گوہر صاحب کے انسان "غیر" کو برداشت نہیں کرتا اور ہوس کی راہ میں جو چیز بھی ئے اس ہٹانے پر تُل جاتا ہے پنجابی کا لوک گیت ہے۔

حجرے شاہ مقیم دے اک جٹی عرض کرے
میں بکرا دیناں آں پیر دا، مرے سردا سائیں مرے
پنج ست مرن گوانڈناں تے رہندیاں نوں تاپ چڑھے
کتی مرے فقیر دی جیہڑی نت چوں چوں کرے
ہٹی سڑے کراڑ دی جھتے دیوا نت بلے

گلیاں ہو جان سنجیاں وچ مرزا یار پھرے

اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ شاہ مقیم کے حجرے پر ایک جٹی یہ عرض کر رہی تھی کہ میرے سر کا سائیں اٹھ جائے تو میں پیر کے نام پر بکرا قربان کروں۔ میرے ہمسائے میں مخبری کرنے والی عورتیں ہیں ان میں سے کچھ کو خدا اٹھالے اور باقی کسی مرض میں مبتلا ہو جائیں اور یہ فقیر کی کتیا جو ہر وقت بھونکتی رہتی ہے اور محبوب کے آنے جانے کی خبر دیتی ہے مر جائے۔ وہ بنیا جو دن رات دیا جلائے اپنے حساب میں لگا رہتا ہے اس کی دکان جل جائے۔ جب ساری گلیاں سونی ہو جائیں تو میرا محبوب بے خوف و خطر گھومتا پھرے۔

اقتدار کی ہوس میں بھی انسان کی یہی حالت ہو جاتی ہے بلکہ ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ برداشت کا مادہ اور ہوش کے ناخن دے۔

اب ہم صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی صاحب کے الفاظ کا سہارا لئے گفتگو اختتام کو پہنچاتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"میرا ایمان اور عقیدہ ہے کہ آج کے گتھم گتھا اور چھینا جھپٹ قسم" کے دور میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوغات بانٹنے کی ضرورت ہے۔ آج امریکہ اور یورپ ہماری اس متاع کو لوٹنے کی فکر میں ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ امت مسلمہ جب کبھی ڈوب ڈوب کر ابھرے گی، جب کبھی ٹوٹ ٹوٹ کر جڑے گی، گر گر کر اٹھے گی اور مر مر کر جئے گی تو عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سہارے ہی ابھرے گی۔ ذات نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جڑے گی، نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اٹھے گی اور یاد حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جئے گی۔

دولت درد اور متاع عشق کوئی معمولی چیز نہیں کہ جس کی حفاظت سے ہم غافل ہو جائیں اس سے محرومی کا تلخ ذائقہ ہم یورپ سے پوچھیں جس کے

پاس سب کچھ ہے مگر اپنا آپ نہیں بچا' دل رہ گیا ہے مگر دھڑکن نام کو نہیں۔ آنکھیں سلامت ہیں مگر نور سے خالی اور وجود باقی ہے مگر گرمئ احساس سے محروم۔ آیئے ہم اپنی اس کمٹمنٹ کو حقیقت بنادیں۔

اک عشق مصطفےٰ ہے اگر ہو سکے نصیب
ورنہ دھرا ہی کیا ہے جہان خراب میں

اس لئے کہ

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

دعا ہے کہ

یارب بہ رخم نشان ز حیرت گردے
تا در رہ عشق و سوز باشم فردے

ہر کس بہ درت نشستہ از بہر مراد
بے چارہ نصیر بہرِ دردے دردے

(آغوش حیرت)

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لیکے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لیکے چلے

نازیہ شاہین



اظہار تشکر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ محض اس کے فضل وکرم سے "فضائل و مسائل روزہ" اور "فلسفہ قربانی" کے بعد اب الحمدللہ ہم "آئینہ حق وباطل" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہیں۔ پس آئینہ جن خوش بخت کنیزان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور تعاون ہاتھ ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

○ محترمہ ثمینہ تاج لوھانی	○ محترمہ حافظہ ریحانہ کوثر	○ محترمہ راحت یاسمین
○ محترمہ حافظہ ساجدہ صدیقہ	○ محترمہ شمسہ روحی	○ محترمہ شازیہ حضور احمد
○ محترمہ شہناز کوثر	○ محترمہ غزالہ نسیم	○ محترمہ فوزیہ اللہ دتا
○ محترمہ یاسمین عابدہ	○ محترمہ فرحانہ تاج لوھانی	○ محترمہ ثمینہ یاسمین
○ محترمہ فوزیہ شاہین	○ محترمہ سعدیہ شاہین	○ محترمہ رضیہ سلطانہ (بانو)
○ محترمہ زرینہ مزمل	○ محترمہ شہناز گل	○ محترمہ روبینہ رشید
○ محترمہ ریحانہ اقبال	○ محترمہ روبینہ ثمین	○ محترمہ شگفتہ نسیم
○ محترمہ شفقت کوثر	○ محترمہ رفیعہ نذیر	○ محترمہ بلقیس گلزار
○ محترمہ بشریٰ بی بی	○ محترمہ نصرت حضور	○ محترمہ قدسیہ جبیں

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے سب کو دین و دنیا میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے' مؤلف' کاتب' مصحح' قارئین ہمارے اساتذہ کرام اور قابل عزت و احترام والدین سب کے علم و عمل' صحت و عمر اور مال و عزت میں بیکراں برکتیں نازل فرمائے۔ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور آخرت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ مولائے کریم! پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ اور امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دے۔

نازیہ شاہین
جنرل سیکرٹری انجمن کنیزان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
و چیئرپرسن بزم مہرو رضا۔ فاروق آباد

نعت شریف



دُہ لمحہ فزوں تر ہے دارین کی نعمت سے
جبؔ مژدہ حضوری کا آئے درِ رحمت سے

مشغولِ ثنا رکھا ، جلووں میں چھپا رکھا
خوش ہم کو سدا رکھا اِک گونہ زیارت سے



وہ جان بھی ہے دل بھی، وہ موج بھی ساحل بھی
وہ راہ بھی منزل بھی فیضانِ نبوت سے

حق جس کی رضا چاہے، انساں اسے کیا چاہے
خلد ایک ادا چاہے رعنائیِ قامت سے

گر چشم کرم کردے، قطرے کو سمندر دے
بے مایہ کو گوہر دے دربارِ رسالت سے



جس نے اسے دیکھا ہے، اعزاز میں یکتا ہے
وہ صاحب فردا ہے امروزِ سعادت سے

گرمی جو ستائے گی ، محشر کو تپائے گی
بادِ خنک آئے گی آقا کی شفاعت سے



گر وقت سمٹ جائے ، یہ فاصلہ ہٹ جائے
قدموں سے لپٹ جائے، دل فرطِ محبت سے

مدّاحِ پیغمبر ، اِنعام ہے سرتاسر
نازاں ہے فقیرؔ اس پر یہ مرتبہ قسمت سے

کلام حافظ
محمد افضل فقیر

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اتحاد بین المسلمین
اور
اس کے تقاضے

دور رسالت میں کلمہ گو مسلمانوں کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ عامتہ المسلمین (صحابہ کرام) جس کا کردار یہ تھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے والہانہ محبت کے باعث آپ کی ذات کو ہی اپنی سوچ اور فکر کا مرکز قرار دیتا۔ آپ کے اشارے پر سب کچھ قربان کرنے کو اپنا فرض سمجھتا۔ ہر دکھ' درد کا مداوا آپ کی ذات کو قرار دیتا۔ دنیا و آخرت میں مشکلات کے لئے ملجا و ماویٰ آپ کی ذات پاک کو ہی سمجھتا اور اپنے اس نظریے میں اتنا مضبوط اور متعصب تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے خلاف کسی ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی کو بھی معاف نہ کرتا۔ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں کو تہہ تیغ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا اور ہر مذہبی جنگ میں پیش پیش رہتا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے دربار کی حاضری کو ہی اپنی تمام کامیابیوں کا راز جانتا اور وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کے مطابق باادب ایسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی زمین پر گرنا بھی انہیں گوارا نہ تھا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے دربار پاک کا پہرہ دیتا۔

جبکہ دوسرا گروہ مسلمان اور مومن کہلاتا اور صدق دل سے ایمان لانے کی قسمیں کھاتا اور حضور علیہ السلام کے رسول ہونے اور آپ کو رسول ماننے کی شہادت دیتا۔ اس کے باوجود اس کا کردار یہ تھا کہ۔

○ ..... اپنے آپ کو دانشور سمجھتے ہوئے عامۃ المسلمین کو جاہل اور بے وقوف کہتا اور ان پر زبان طعن دراز کرتا۔ اپنے آپ کو خوش پوش معزز طبقہ خیال کرتے ہوئے عام مسلمانوں کو ذلیل و حقیر کہتا۔ اسی خیال سے اپنے لئے الگ دانش کدہ اور مسجد تعمیر کرنے کی شدید خواہش رکھتا۔

○ ..... اتحاد و صلح کا داعی ہونے کی حیثیت سے کفار کو بھی قابل لحاظ جانتا اور انکے خلاف محاذ آرائی سے اجتناب کرتا اور کسی مذہبی گروہ بندی سے اپنے آپ کو آزاد اور غیر جانبدار رکھتا اور جنگ میں شرکت سے معذرت کر لیتا۔

○ ..... چالاک اور ہوشیار ہونے کی حیثیت سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن و اعتراض کے بارے ان سے پوچھ گچھ کی جاتی تو سرے سے انکار کر دیتا اور اگر انکار کی گنجائش نہ پاتے تو اس کو ہنسی اور مزاح قرار دیتے اور قسمیں کھا کر کہتے کہ ہمارا مقصد گستاخی نہ تھا۔

دور رسالت کے یہ دونوں گروہ مسلمان ہیں۔ دین کے اصول میں متفق نظر آتے ہیں۔ خدا عزوجل، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن پاک، کلمہ اور قبلہ بھی ایک ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ میں بھی اتفاق ہے۔ اگرچہ گروہ نمبر ۲ سے کچھ کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنی صلح جوئی، دانشمندی اور

ہوشیاری کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کبھی طعن و اعتراض کر دیتے یا عامۃ المسلمین کو جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت کے پیش نظر حقارت کی نظر سے دیکھتے اور حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں یا کفار کے خلاف جنگ اور محاذ آرائی سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ زبانی معذرت بھی تو کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد توہین نہ تھا اس لئے مناسب تھا کہ دوسرے گروہ کی کوتاہیوں کو نظرانداز کر دیا جاتا۔ جبکہ مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا' کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے مقابلے میں کفار و مشرکین کی ایک مہیب قوت کھڑی تھی اور مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لہٰذا حالات کا تقاضا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کو مجتمع رکھا جاتا اور دوسرے گروہ کو ساتھ لے کر چلا جاتا اور مسلمانوں کو باہم مربوط رکھا جاتا۔ آپس کے اختلافات کو نظرانداز کر کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھا جاتا۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول (جس نے خود وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا فرما کر اتحاد بین المسلمین کی دعوت دی ہے) نے اس نازک موقع پر بھی دوسرے گروہ کے خلاف فتویٰ دینا ضروری جانا اور ان کی زبانی معذرت کے باوجود فرمایا :

یہ بے ایمان ہیں' کافر ہیں' مفسد ہیں' جھوٹے ہیں' جیسے کہ سورۂ بقرہ' سورۂ توبہ اور سورۂ منافقون کی متعدد آیات میں صراحت ہے۔

اصول دین اور عبادات میں اتفاق اور پھر غلطیوں پر زبانی معذرت کے باوجود یہ انتہائی سخت فتویٰ دے کر ان کو ملت اسلامیہ سے خارج کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

قرآن پاک کا یہ فیصلہ ہر مسلمان کو دعوت فکر دیتا ہے کہ اتحاد بین المسلمین یقیناً ضروری ہے مگر اس کا معیار صرف اور صرف حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اللہ، رسول، قبلہ، قرآن اور عبادات کا اقرار و عمل ہی کافی نہیں بلکہ مومن و مسلمان ہونے کے لئے سرکار دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور دل و جان سے ادب و احترام ضروری ہے اور اس احترام کا تقاضا ہے کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ کے ساتھ کسی قسم کی محبت و عقیدت نہ رکھی جائے۔ خواہ وہ باپ، استاد یا شیخ ہی کیوں نہ ہو اور اگر خدانخواستہ خود انسان سے بے ادبی کی کوئی بات سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے کہ اس معاملہ میں ضد اور انانیت کی پاسداری ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت اور بربادی کا باعث ہے۔

روزہ اچھا، نماز اچھی، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا

نہ جبتک کٹ مروں میں خواجہ طیبہ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

(مولانا ظفر علی خان)

ماخوذ از دعوت فکر مولانا محمد منشا تابش قصوری۔ مکتبہ الحبیب کوٹلی پیر عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلسنت وجماعت
اور
دیگر مسالک کا تعارف

" بھولے بھالے مسلمان علماءِ دیوبند کے ظاہر حال کو دیکھ کر انہیں اہل حق اور صحیح العقیدہ سنی مسلمان سمجھتے ہیں اور اسی بناء پر انہیں دینی معاملات میں اپنا مقتداء و پیشوا بناتے ہیں۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں، ان سے مذہبی مسائل دریافت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مذہبی الفت رکھتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ ان کے عقائد کیسے ہیں۔ عنقریب ہم علماء دیوبند کے عقائد کا ذکر کریں گے تاکہ مسلمانوں کو ان کے عقائد سے واقفیت ہو جائے اور وہ اپنی عاقبت کی فکر کریں اور سوچیں کہ جن لوگوں کے ایسے عقیدے ہیں ان کو اپنا مقتداء اور پیشوا مان کر ہمارا کیا حشر ہو گا۔

○ علماء اہلسنّت کا امتِ مسلمہ پر احسان عظیم ہے کہ ان حضرات نے حق و باطل میں تمیز کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کرنے والے خوارج سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ ان لوگوں کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف صرف ان عبارات کی وجہ سے ہے جن میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و محبوبان حق سبحانہ و تعالیٰ کی

شان میں صریح گستاخیاں کی ہیں۔ باقی مسائل میں محض فروعی اختلاف ہے جس کی بناء پر جانبین میں سے کسی کی تکفیر و تضلیل نہیں کی جاسکتی۔

ضروری گزارش

دیوبندی حضرات اور اہلسنت کے درمیان بنیادی اختلافات کا موجب علماء دیوبند کی صرف وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں کھلی توہین کی گئی ہے۔ علماء دیوبند کہتے ہیں کہ ان عبارات میں توہین و تنقیص کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا اور علمائے اہلسنت کا فیصلہ یہ ہے کہ ان میں صاف توہین پائی جاتی ہے۔ اس رسالہ میں علماء "دیوبند" کی وہ اصل عبارات بِلَفْظِهَا مع حوالہ کتُب و صفحہ و مطبع' پوری احتیاط کے ساتھ نقل کر دی گئی ہیں۔ اپنی طرف سے ان میں کسی قسم کی بحث و تمحیص نہیں کی گئی۔

اور فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ بلاتشریح ان عبارات کو پڑھ کر انصاف کریں کہ ان عبارتوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی توہین و تنقیص ہے یا نہیں؟ اس کے ساتھ ہی ہر عنوان اور عبارت کے تحت اپنا مسلک بھی واضح کر دیا گیا ہے تاکہ ناظرین کرام کو علمائے دیوبند اور اہلسنت کے مسلک کا تفصیلی علم ہو جائے اور حق و باطل میں کسی قسم کا التباس باقی نہ رہے۔

قرآن کریم اور تعظیم رسول اللہ ﷺ

اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تمام دین ہمیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے ملا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات' اس کے ملائکہ' اس کی کتابوں اور رسولوں اور یوم قیامت وغیرہ عقائد و

اعمال سب چیزوں کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو عطا فرمایا۔ اس لئے سارے دین کی بنیاد اور اصل الاصول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے اور بس۔ بنابریں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت ایسی عظیم ہے جس کے وزن کو مومن کا دل و دماغ محسوس کرتا ہے۔ مگر کماحقہ اس کا اظہار کسی صورت سے ممکن نہیں۔ ایسی صورت میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت کسی مسلمان سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہایت اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو بارگاہ رسالتمآب کے آداب کی تعلیم فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے :

" یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ " (پارہ ۲۶ - سورۃ حجرات)

اس کے ساتھ دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے :

" اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ " (سورۃ حجرات)

اور تیسری آیت میں ارشاد فرمایا :

" اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ " (پارہ ۲۶ - سورہ حجرات)

چوتھی جگہ ارشاد فرمایا :

" یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا

"وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (پارہ ۱ - سورۃ البقرہ)

ان آیات طیبات میں بارگاہ رسالت ﷺ کے آداب اور طرز تخاطب میں تعظیم و توقیر کو ملحوظ رکھنے کی جو ہدایات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں محتاج تشریح نہیں۔ ان کی روشنی میں شان نبوت کی ادنیٰ گستاخی کا جرم عظیم ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ اس کے بعد اس مسئلہ کے بارے میں امت کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے :

" تمام علماء امت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کفر ہے۔"

شرح شفا قاضی عیاض ملا علی قاری جلد دوم صفحہ ۳۹۳ پر ہے۔

" قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَحْنُوْنٍ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْمُسْتَنْقِصَ لَهٗ كَافِرٌ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ اَوْ عَذَابِهٖ"

(ترجمہ) محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (اکفار الملحدین مولفہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صفحہ ۵۱)

ایک شبہ کا ازالہ

اس مقام پر شبہ وارد کیا جاتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے ۹۹ وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو فقہاء کا قول ہے کہ کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ یہ قول اس تقدیر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام

میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ (دیکھئے اکفار الملحدین کے صفحہ ۷۲ پر) علماء دیوبند کے مقتداء مولوی انور شاہ کشمیر لکھتے ہیں :

" قَالَ حَبِيْبُ بْنُ رَبِيْعٍ اِنَّ ادِّعَاءَ التَّاْوِيْلِ فِيْ لَفْظٍ صِرَاحٍ لَا يُقْبَلُ" حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا۔ اور اگر باوجود صراحت تاویل کی گئی تو وہ تاویل فاسد ہو گی اور تاویل فاسد خود بمنزلہ کفر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے یہی انور شاہ صاحب دیوبندی اکفار الملحدین کے صفحہ ۶۲ پر لکھتے ہیں :

" اَلتَّاْوِيْلُ الْفَاسِدُ كَالْكُفْرِ" تاویل فاسد کفر کی طرح ہے۔

ایک اور اعتراض کا جواب

حدیث شریف میں آیا ہے " اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"

یعنی عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ لہٰذا علماء دیوبند کی عبارتوں میں اگرچہ کلمات توہین پائے جاتے ہیں مگر ان کی نیت توہین و تنقیص کی نہیں اس لئے ان پر حکم کفر عائد نہیں ہو سکتا۔

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ حدیث کا مفاد صرف اتنا ہے کہ کسی نیک عمل کا ثواب نیت ثواب کے بغیر نہیں ملتا۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر عمل میں نیت معتبر ہے اگر ایسا ہو تو کفر و الحاد اور توہین و تنقیص نبوت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر دریدہ دہن بے باک جو چاہے گا کہتا پھرے گا۔ جب گرفت ہو گی تو صاف کہہ دے گا کہ میری نیت توہین کی نہ تھی۔ واضح رہے کہ لفظ صریح میں جیسے تاویل نہیں ہو سکتی ایسے ہی نیت کا عذر بھی اس میں قابل قبول

نہیں ہوتا۔

اکفار الملحدین صفحہ ۷۳ پر مولوی انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں :

" اَلْمَدَارُ فِی الْحُکْمِ بِالْکُفْرِ عَلَی الظَّوَاهِرِ وَلَا نَظَرَ لِلْمَقْصُوْدِ وَالنِّیَّاتِ وَلَا نَظَرَ لِقَرَائِنِ حَالِهٖ" کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے قصد و نیت اور قرائن حال پر نہیں۔ نیز اسی اکفار الملحدین کے صفحہ ۸۶ پر ہے :

" وَقَدْ ذَكَرَ الْعُلَمَاءُ اِنَّ التَّهَوُّرَ فِیْ عِرْضِ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنْ لَّمْ یَقْصِدِ السَّبَّ کُفْرٌ" علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرات و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔

توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میں قائل کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا

ناظرین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ توہینی عبارات پڑھتے ہوئے یہ خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ قائل کی نیت توہین کی ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں توہین آمیز الفاظ بولتے وقت نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور کلمہ توہین بہر صورت توہین ہی قرار پاتا ہے بشرطیکہ قائل کو یہ علم ہو جائے کہ یہ کلمہ، کلمہ توہین ہے یا یہ کلمہ توہین کا سبب ہو سکتا ہے تو ایسی صورت میں بغیر نیت توہین کے بھی اس کلمہ کا بولنا یقیناً موجب توہین ہو گا۔ دیکھئے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ نیت تعظیم رَاعِنَا کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔ لیکن یہودی چونکہ اس کلمہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بہ نیت توہین

استعمال کرتے تھے یا ادنیٰ تصرف سے اس کو کلمہ توہین بنا لیتے تھے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام کو راعنا کہنے سے منع کر دیا۔ اور اس حکم کے بعد اس کلمہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بولنا توہین اور موجب عذاب الیم قرار دے دیا۔ معلوم ہوا کہ ابنائے زمانہ کی رکیک تاویلوں سے ساحت نبوت بہت بلند و بالا ہے اور مسئولیت کی من گھڑت تاویلات ان کو توہین کے جرم عظیم سے نہیں بچا سکتیں۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی کی تصریحات اسی اعتراض کے جواب میں نقل کر چکے ہیں۔

توہین کا دارومدار واقعیت پر نہیں ہوتا

بعض لوگ توہین کو واقعیت پر موقوف سمجھتے ہیں، حالانکہ توہین و تنقیص کا تعلق الفاظ و عبارات سے ہوتا ہے بسا اوقات کسی واقعہ کو اجمال کے ساتھ کہنا موجب توہین نہیں ہوتا لیکن اسی امر واقعہ میں بعض تفصیلات کا آجانا توہین کا سبب ہو جاتا ہے اگرچہ ان تفصیلات کا بیان واقعہ کے مطابق بھی کیوں نہ ہو۔ ملاحظہ فرمائیے۔ (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۶۴ بار سوم ۱۹۰۷ میں ہے)

" عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جس کے ساتھ ارادۂ الٰہیہ متعلق نہ ہو اور اس بنا پر اگر یہ کہہ دیا جائے کہ تمام کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ کی مراد (یعنی ارادہ کی ہوئی) ہے تو اس میں کوئی توہین نہیں۔ لیکن اگر اسی واقعہ کو اس تفصیل سے کہا جائے کہ ظلم، چوری، شراب نوشی اللہ تبارک وتعالیٰ کی مراد ہے تو اگرچہ یہ کلام واقعہ کے مطابق ہے لیکن ظلم و فسق وغیرہ کی تفصیلات آجانے کے باعث خلاف ادب اور توہین آمیز ہو گیا۔ اسی طرح بدلیل آیت قرآنیہ

"اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ" یہ کہنا بالکل جائز ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ لیکن اَللّٰہُ خَالِقُ الْقَاذُوْرَاتِ وَغَیْرِھَا۔ (اللہ تعالیٰ گندگیوں اور دوسری بری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے) کہنا جائز نہیں کہ ذلیل اور رذیل اشیاء کی تفصیل ایہام کفر کی وجہ سے یقیناً موجب توہین ہے۔" (ملخصاً)

ملا علی قاری کے اس بیان کی روشنی میں ہمارے ناظرین کرام پر اشرف علی تھانوی کی عبارت حفظ الایمان کا توہین آمیز ہونا بخوبی واضح ہوگیا۔

(نوٹ) اشرف علی تھانوی صاحب نے بوادر النوادر صفحہ ۲۰۹ میں خود بھی یہی لکھا ہے:

" اسی لئے حق تعالیٰ کو خالق کل شئی کہنا درست ہے اور خَالِقُ الْکِلَابِ وَالْخَنَازِیْرِ (کتوں اور سوروں کا خالق) کہنا بے ادبی ہے۔"

ایک کثیر الوقوع شبہ کا ازالہ

بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ علماء دیوبند نے دین کی بہت خدمت کی۔ سینکڑوں علماء ان سے پیدا ہوئے۔ انہوں نے بے شمار کتابیں لکھیں۔ ان میں بہت سے لوگ پیری مریدی کرتے ہیں اور ان میں عابد و زاہد بھی پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے دین کی بہت کچھ تبلیغ واشاعت کی۔ ایسی صورت میں ذہن اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں توہین آمیز عبارات لکھی ہوں۔

(جواب) اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں سے توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرزد ہو جانا عقلاً" یا شرعاً" کسی طرح بھی محال

نہیں۔ بلعم بن باعور کتنا بڑا عابد و زاہد اور مستجاب الدعوات تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت اور ان کی اہانت کا مرتکب ہو کر "وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ" کا مصداق بن گیا اور ہمیشہ کے لئے قعر مذلت میں گر گیا۔

شیطان کا عابد و زاہد اور عالم و عارف ہونا سب کو معلوم ہے جب وہ حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کر کے راندہ درگاہ ہو گیا تو دوسروں کے لئے توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارتکاب کیونکر ناممکن قرار پاسکتا ہے۔

خوارج، معتزلہ اور دیگر فرق باطلہ کے علمی و عملی کارنامے اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھے جائیں تو اس زمانہ کے حضرات مذکورین سے ان کے علم و عمل کا پلہ کہیں بھاری تھا ان کی مذعومہ دینی خدمات تدریس و تبلیغ تصنیف و تالیف کے مقابلے میں ابناء زمانہ کی خدمات اور کارگزاریاں ذرۂ بے مقدار کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں۔ لیکن ان کے یہ تمام علمی اور عملی کارنامے ان کو قعر ضلالت سے بچا نہ سکے۔ رہی خدمت و حمایت دین تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ اہل حق ہی کے ذریعے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید نافرمانوں اور فاجروں سے بھی کرالیتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ"

لہٰذا اعانت و حمایت دین اور ظاہری علم و عمل کے پائے جانے سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ ایسے لوگ فی الواقع اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ہوں۔ دیوبندی حضرات کا علماء اہلسنّت پر ایک اعتراض اور دیوبندی عالم کی تحریر سے اس کا جواب۔

دیوبندی حضرات علماء اہلسنت پر اعتراض کرتے ہیں کہ علماء دیوبند پر اعتراض کرنے والے ان عبارتوں کے سیاق و سباق کو نہیں دیکھتے۔ جو فقرہ قابل اعتراض ہوتا ہے فقط اس کو پکڑ لیتے ہیں اور صرف اسی فقرہ کے باعث علماء دیوبند پر طعن و تشنیع شروع کر دیتے ہیں۔

برادران اسلام ! سیاق و سباق سے دیوبندی حضرات کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اگلی پچھلی عبارتوں کو دیکھ کر پھر اعتراض ہو تو کرنا چاہئے۔

جواباً" عرض ہے کہ مودودی صاحب پر اعتراض کرنے والے دیوبندی پر بعینہ یہی اعتراض انہی الفاظ میں مودودیوں کی طرف سے آپ کے مولوی احمد علی دیوبندی نے اپنے رسالہ "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" کے صفحہ ۸۰ پر نقل کیا ہے اور اس کا جواب بھی اسی صفحہ پر دیا ہے ہم بعینہ وہی جواب نقل کئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے :

" اگر دس سیر دودھ کسی کھلے منہ والے دیگچے میں ڈال دیا جائے۔ اور اس دیگچہ کے منہ پر ایک لکڑی رکھ کر ایک تاگا میں خنزیر کی ایک بوٹی ایک تولہ کی اس لکڑی میں باندھ کر دودھ میں لٹکا دی جائے پھر کسی مسلمان کو اس دودھ میں سے پلایا جائے وہ کہے گا کہ میں اس دودھ سے ہرگز نہ پیوں گا کیونکہ سب حرام ہو گیا ہے۔ پلانے والا کہے گا کہ بھائی دس سیر دودھ کے آٹھ سو تولے ہوتے ہیں آپ فقط اس بوٹی کو کیوں دیکھتے ہیں دیکھئے اس بوٹی کے آگے پیچھے' دائیں' بائیں اور اس کے نیچے چار انچ کی گہرائی میں دودھ ہے۔ وہ مسلمان یہی کہے گا کہ یہ سارا دودھ خنزیر کی ایک بوٹی کے باعث حرام ہو گیا۔ یہی قصہ مودودی صاحب کی عبارتوں کا ہے جب مسلمان مودودی صاحب کا یہ لفظ پڑھے گا کہ خانہ کعبہ کے ہر طرف جہالت اور گندگی ہے اس کے بعد مودودی صاحب

اس فقرہ سے توبہ کر کے اعلان نہیں کریں گے مسلمان کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ جب تک یہ خنزیر کی بوٹی اس دودھ سے نہیں نکالیں گے۔" (صفحہ ۸۰ - ۸۱)

پس دیوبندی حضرات یہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لیں اور خوب یاد رکھیں کہ علماء دیوبند کی عبارات میں محبوبان حق تبارک وتعالیٰ کی ہزار تعریفیں ہوں مگر جب تک وہ توہین آمیز فقروں سے توبہ نہ کریں گے اہلسنت ان سے کبھی راضی نہیں ہوں گے۔

ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ بعض حضرات توہین آمیز عبارات کے صریح مفہوم کو چھپانے کے لئے علماء دیوبند کی وہ عبارات پیش کر دیتے ہیں جن میں انہوں نے توہین و تنقیص سے اپنی برائت ظاہر کی ہے یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف کے ساتھ عظمت شان نبوت کا اقرار کیا ہے۔

○ ..... اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ عبارات انہیں قطعاً مفید نہیں جب تک ان کی کوئی ایسی عبارت نہ دکھائی جائے کہ ہم نے فلاں مقام پر جو توہین کی تھی اب اس سے ہم رجوع کرتے ہیں۔ مثلاً مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے "تحذیر الناس" میں خاتم النبین کے معنی منقول متواتر "آخرالنبین" کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ اگر ان کی دس عبارتیں بھی اس مضمون کی پیش کردی جائیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کافر ہے تو اس سے کچھ فائدہ نہ ہو گا تاوقتیکہ مولوی محمد قاسم صاحب کا یہ قول نہ دکھایا جائے کہ میں نے جو خاتم النبین کے معنی منقول متواتر "آخرالنبین" کا انکار کیا تھا۔ اب میں اس سے توبہ کر کے رجوع کرتا ہوں۔

دیکھئے مرزائی لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کی برات میں جو عبارتیں مرزا کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں ان کے جواب میں مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند نے بھی یہی لکھا ہے ملاحظہ فرمائیے:

(اشد العذاب مطبوعہ مطبع مجتبائی جدید دہلی صفحہ ۲۵ سطر ۱۶ - ۱۷)

"جو عبارات مرزا صاحب اور مرزائیوں کی لکھی جاتی ہیں جب تک ان مضامین سے صاف توبہ نہ دکھائیں یا توبہ نہ کریں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں۔"

آخری سہارا

اس بحث میں حضرات علماء دیوبند کا آخری سہارا یہ ہے کہ بہت سے اکابر علماء کرام و مشائخ عظام نے علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کی۔ جیسے سند المحدثین حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی رام پوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور قبلہ عالم حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح بعض دیگر اکابر امت کی کوئی تحریر ثبوت تکفیر میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ تکفیر نہ کرنے والے حضرات تو وہ ہیں جن کے زمانہ میں علماء دیوبند کی عبارات کفریہ (جن میں التزام کفر متیقن ہو) موجود ہی نہ تھیں۔ جیسے مولانا ارشاد حسین صاحب رام پوری رحمہ اللہ تعالیٰ ایسی صورت میں تکفیر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور بعض وہ حضرات جن کے زمانے میں اگرچہ وہ عبارات شائع ہو چکی تھیں مگر ان کی نظر سے نہیں گزریں اس لئے انہوں نے تکفیر نہیں فرمائی۔ ہمارے مخالفین میں سے آج تک کوئی شخص اس امر کا ثبوت پیش نہیں کر سکا کہ فلاں فلاں مسلّم بین الفریقین بزرگ کے سامنے علماء دیوبند کی عبارات متنازعہ فیہا پیش کی گئیں اور انہوں نے ان کو صحیح قرار دیا یا تکفیر سے سکوت فرمایا۔ علاوہ ازیں یہ کہ جن اکابر امت مسلّم بین

الفریقین کی عدم تکفیر کو اپنی برات کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے ممکن ہے کہ انہوں نے تکفیر فرمائی ہو اور وہ منقول نہ ہوئی ہو کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ کسی کی کہی ہوئی ہر بات منقول ہو جائے لہٰذا تکفیر کے باوجود عدم نقل کے احتمال نے اس آخری سہارے کو بھی ختم کر دیا۔ وللہ الحمد۔

ایک تازہ شبہ کا جواب

ایک مہربان نے تازہ شبہ یہ پیش کیا ہے کہ کسی کو کافر کہنے سے ہمیں کتنی رکعت کا ثواب ملے گا؟ ہم خواہ مخواہ کسی کو کافر کیوں کہیں۔ توہین آمیز عبارات لکھنے والے مرگئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حدیث شریف میں وارد ہے۔ اُذْكُرُوْا اَمْوَاتَكُمْ بِالْخَيْرِ

تم اپنے مردوں کو خیر کے ساتھ یاد کرو۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ مرتے وقت انہوں نے توبہ کر لی ہو۔ حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ عمل کا مدار خاتمہ پر ہے ہمیں کیا معلوم کہ ان کا خاتمہ کیسے ہوا شاید ایمان پر ان کی موت واقع ہوئی ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کفر و اسلام میں امتیاز کرنا ضروریات دین سے ہے۔

آپ کسی کافر کو عمر بھر کافر نہ کہیں۔ مگر جب ان کا کفر سامنے آجائے تو بربنائے کفر اسے کافر نہ ماننا خود کفر میں مبتلا ہونا ہے۔ بے شک اپنے مردوں کو خیر سے یاد کرنا چاہئے مگر توہین کرنے والوں کو مومن اپنا نہیں سمجھتا۔ نہ وہ واقع میں اپنے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مضمون حدیث کو ان سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ خاتمہ پر اعمال کا دارومدار ہے مگر یاد رکھئے دم آخر کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس کا مآل بھی اس کی طرف مفوض ہے۔ احکام شرع ہمیشہ ظاہر پر مرتب ہوتے ہیں اس لئے جب کسی شخص نے معاذاللہ اعلانیہ

طور پر التزام کفر کر لیا تو وہ حکم شرعی کی رو سے قطعاً کافر ہے تاوقتیکہ توبہ نہ کرے۔ اگر کوئی مسلمان ایسے شخص کو کافر نہیں سمجھتا تو کفر و اسلام میں امتیاز نہیں کرتا۔ اور ظاہر ہے کہ کفر و اسلام کو معاذاللہ یکساں سمجھنا کفر قطعی ہے لہٰذا کافر کو کافر نہ ماننے والا یقیناً کافر ہے اور اگر بفرض محال ہم یہ تسلیم کر لیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے والوں کو کافر نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ شاید انہوں نے توبہ کر لی ہو تو ان کا خاتمہ بالخیر ہو گیا ہو تو اسی دلیل سے مرزائیوں کو بھی کافر کہنے سے ہمیں زبان روکنی پڑے گی کیونکہ مرزا غلام قادیانی اور ان کے متبعین سب کے لئے یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ شاید ان کا خاتمہ بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان پر مقدر فرما دیا ہو تو ہم انہیں کس طرح کافر کہیں لیکن ظاہر ہے کہ مرزائیوں کے بارے میں یہ احتمال کارآمد نہیں تو گستاخان نبوت کے حق میں کیونکر مفید ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری تنبیہ

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ توہین آمیز عبارات پر تو سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور بسا اوقات مجبور ہو کر اقرار کر لیتے ہیں کہ واقعی ان عبارات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے لیکن جب ان عبارات کے قائلین کا سوال سامنے آتا ہے تو ساکت اور متامل ہو جاتے ہیں اور اپنی استادی، شاگردی، پیری، مریدی یا رشتہ داری و دیگر تعلقات دنیوی خصوصاً کاروباری، تجارتی نفع و نقصان کے پیش نظر ان کو چھوڑنا، ان کے کفر کا اقرار کرنا ہرگز گوارا نہیں کرتے۔ ان کی خدمت میں مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمائیں۔

ماخوذ از الحق المبین غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو عزیز رکھیں تو ان کو اپنا رفیق نہ بناؤ اور جو تم میں سے ایسے باپ بھائیوں کے ساتھ دوستی کا برتاؤ رکھے گا تو یہی لوگ ہیں جو خدا کے نزدیک ظالم ہیں۔

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"

اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ مسلمانوں سے فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبہ دار اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہو اور مکانات جن میں رہنے کو تم پسند کرتے ہو۔ اگر یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو ذرا صبر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنے حکم کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ"

ان دونوں آیتوں کا مطلب واضح ہے کہ عقیدے اور ایمان کے معاملے میں اور نیکی کے کاموں میں بسا اوقات خویش و اقارب، کنبہ اور برادری، محبت اور دوستی کے تعلقات حائل ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لئے ارشاد فرمایا بن

لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے ایک مومن انہیں کس طرح عزیز رکھ سکتا ہے۔ مسلمان کی شان نہیں کہ ایسے لوگوں سے رفاقت اور دوستی کا دم بھرے۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے تعلقات استوار کرنا یقیناً گنہگار بننا اور اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ الحق سے اگر یہ خیال مانع ہو کہ کنبہ اور برادری چھوٹ جائے گی۔ استادی شاگردی یا دنیاوی تعلقات میں خلل واقع ہو گا۔ اموال تلف ہوں گے یا تجارت میں نقصان ہو گا۔ راحت اور آرام کے مکان سے نکل کر بے آرام ہونا پڑے گا تو پھر ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے عذاب کے حکم کا منتظر رہنا چاہئے جو اس نفس پرستی، دنیا طلبی اور تن آسانی کی وجہ سے ان پر آنے والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس واضح اور روشن ارشاد کو سننے کے بعد کوئی مومن کسی دشمن رسول سے ایک آن کے لئے بھی اپنا تعلق برقرار نہیں رکھ سکتا نہ اس کے دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والوں کے کافر ہونے کے متعلق کوئی شک باقی رہ سکتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ چند امور جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں انشاء اللہ العزیز آئندہ چل کر ہمارے ناظرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔

علماء دیوبند اور تمام اہل اسلام کے متفقہ اصول و ضوابط جن کی بنا پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا

۱ - انبیاء کرام کی توہین اور ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ (اشدالعذاب

ص ۴ مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

۲ - عابد، زاہد، محدث، مفسر اور مبلغ اسلام ہونے کے باوجود بھی انبیاء کی توہین کرنے والا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونے کا انکار یا اس معنی کو غلط کہنے والا کافر اور مرتد ہے۔ (اشدالعذاب ص ۹)

۳ - ضروریات دین کے انکار کرنے والے اور انبیاء کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہنا اور احتیاط کرنا خود کفر ہے۔ مسلمان خوب سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں، حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ منکر ضروریات دین اور انبیاء کی توہین کرنے والے منافقین کو کافر کہا جائے ورنہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے منافقین سب کچھ فرائض و واجبات ادا نہ کرتے تھے اور کیا وہ اہل قبلہ نہ تھے۔ بس حکم یہی ہے کہ ایسے لوگوں کو کافر کہا جائے آسمان ٹلے، زمین ٹلے یہ حکم نہیں ٹل سکتا۔ (اشدالعذاب ص ۹ - ۱۰)

۴ - جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو بچوں، چارپایوں، پاگلوں (مجانین) کے علم کے برابر یا اس جیسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے اور جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ (اشد العذاب ص ۱۲ - ۱۴ - ایضاً المہند علی المفند صفحہ ۳۰)

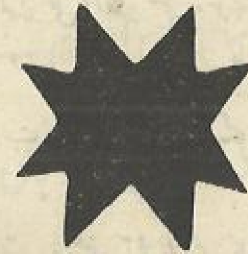
۵ - جو شخص شیطان کے علم کو حضور علیہ السلام کے علم سے زائد کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے، جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ (اشدالعذاب صفحہ ۱۲ - ۱۴)

۶ - جو شخص ایک دفعہ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا انکار کر دے یا

اس کو غلط قرار دے اس کے بعد وہ ختم النبوۃ کا اقرار بھی کر دے تو جب تک وہ اس کفر سے توبہ کا اعلان نہ کرے یا اس کی توبہ ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے اقرار ختم النبوۃ کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔ (اشد العذاب ص ۱۵ ۔ ایضاً المہند علی المفند صفحہ ۲۵)

۷ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین موجب کفر ہے۔ صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات بھی کہے گا جو کہ موہم توہین ہوں گے (جن سے سننے والے کو توہین کا وھم پیدا ہو) تو وہ بھی کفر کا سبب ہو گا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم صفحہ ۱۶۵ مکتوبات حسین احمد مدنی مولانا)

۸ - جو شخص یہ کہے کہ کسی غیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اتنی ہے جیسی بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (المہند علی المفند ص ۲۳ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)



اھلسنت وجماعت کی تعریف

اہلسنّت و جماعت اس ملک کی غالب اکثریت کا نام ہے جس کو سواد اعظم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور مسلک اہلسنّت و جماعت کے حامل عرف عام میں سنی کہلاتے ہیں۔ لیکن عام لوگ نہیں جانتے کہ ان کو اہلسنّت و جماعت کیوں کہتے ہیں اور دوسرے فرقوں کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ وہ کب سے اور کیسے وجود میں آئے۔ ان کا تاریخ میں کیا مقام ہے ؟ اہلسنّت و جماعت اور دوسرے فرقوں کے درمیان حد فاصل کیا ہے؟ مسلمانوں کی جماعت عامہ سے ہر دور میں کچھ لوگ نئے عقائد بنا کر سواد اعظم سے کٹ کر ایک فرقہ کی شکل اختیار کرتے رہے، ان میں مشہور فرقے کون سے ہیں؟ اس مضمون میں اختصار کے ساتھ ان تمام باتوں کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (محدث، مفسر علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ)

اہلسنّت و جماعت کا عنوان قرآن کی روشنی میں

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے جس دین متین کو لے کر آئے۔ اللہ عزوجل نے اس دین کو قیامت تک کی نسل انسانی کے لئے لازم قرار دیا۔ اس دین متین کا نام اسلام رکھا اور صاف اعلان فرمایا۔

مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا۔ اس کا وہ اختیار کردہ دین ہرگز ہرگز

بارگاہ الوہیت میں مقبول نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی کو روئے زمین کے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور آپ نے تمام دنیا والوں کو اسلام کی دعوت دی۔ جو لوگ سلیم الفطرت تھے انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور جو شقی القلب تھے انہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا۔

اسلام کیا ہے ؟ اس کی آسان اور سادہ تعبیر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ دیا وہ اسلام ہے۔ جس کام کو دیکھ کر اس سے منع نہ کیا وہ اسلام ہے اور جس کام سے روک دیا وہ اسلام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ماآتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا تم کو حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس کام سے روک دیں اس سے رک جاؤ"

نیز فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم اے محبوب! ان سے فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع اور پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اور اس حکم کی مزید تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے نظام حیات کے ہر شعبہ میں عمل کے لئے کامل ترین نمونہ ہے۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نگاہ نبوت سے تربیت پائی۔ فیضان رسالت ﷺ سے اپنی زندگیوں کو اسوۂ رسول کے سانچہ میں ڈھالا۔ خاندانی روابط، والدین کی الفت، اولاد کی محبت، مال و دولت اور وطن سے تعلق

کوئی چیز ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ ہر امتحان اور ہر ابتلاء میں وہ کامیاب اور سرخرو رہے۔ ان کی اطاعت اور اتباع اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس درجہ مقبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے صحابہ کرام کے چلن اور ان کی طرز زندگی کو معیار حق قرار دیا اور ان کی اتباع پر اپنی رضامندی اور فوز و فلاح کو موقوف فرما دیا۔

وَالسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

"جن لوگوں (صحابہ کرام) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور آپ کی نصرت میں پہل کی اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جو (بعد میں آنے والے) لوگ ان (یعنی صحابہ کرام) کی اچھے طریقہ سے اتباع کریں گے ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ عظیم کامیابی ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واشگاف طریقہ سے بتلا دیا ہے کہ اگر بعد کے مسلمان فوز و فلاح جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ صحابہ کرام کی اتباع بالاحسان کریں۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کا خلاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور جماعت صحابہ کے طریقہ سے وابستگی ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی روشنی میں درحقیقت مسلمان کہلانے کا وہی مستحق ہے جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

جماعت صحابہ کے طریقہ سے وابستہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی صحیح تعبیر اور تشریح اہلسنّت و جماعت ہے۔ یعنی وہ لوگ جو حامل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور جماعت صحابہ کے طریقہ پر چلتے ہوں۔

اہلسنّت و جماعت کا عنوان حدیث کی روشنی میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی "بکثرت احادیث طیبہ" میں آنے والی نسلوں کے سنت رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستہ رہنے کو معیار حق اور حاصل اسلام قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد تم لوگ اختلاف کثیر دیکھو گے اس موقع پر تم میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کو لازم کرلینا اس طریقہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا۔

اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرما دی ہے کہ اختلاف کے مواقع میں صاف صحیح اور صریح ہدایت صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ کی اتباع اور پیروی میں منحصر ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو گی اور ان میں سے ایک فرقہ کے سوا سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا وہ کونسا فرقہ ہو گا آپ نے فرمایا جو میری سنت کا حامل ہو گا اور میرے صحابہ کے طریقہ سے وابستہ ہو گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نگاہ رسالت میں مسلمانوں کے متعدد فرقوں اور گروہوں میں وہی فرقہ راشدہ اور مرشدہ ہے جو اہلسنّت و جماعت ہے۔

سنت کے عنوان پر یہ دلیل ملاحظہ فرمائیں

امام بخاری اور امام مسلم اپنی اپنی اسانید سے بیان کرتے ہیں۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ...... من رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ میری امت سے نہیں ہے۔ اور بالخصوص صحابہ کرام کے طریقہ کی اتباع یعنی عنوان جماعت پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

محدث زرین بن معاویہ متوفی ۵۳۵ ھ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ م ۲۴۱ ہجری بیان فرماتے ہیں۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ...... عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ وابستگی لازم رکھو۔

امام ابوداود رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۲۷۵ ہجری اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں عَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ..... اِثْنَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَ وَاحِدٌ فِی الْجَنَّۃِ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر فرقے جہنمی ہوں گے اور ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہو گا اور فرقہ جماعت ہے۔

الحمدللہ العزیز آفتاب سے روشن تر طریقہ سے ثابت ہو گیا کہ مسلک

اہلسنت و جماعت کا عنوان کتاب و سنت کے موافق اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کے عین مطابق ہے۔

سنت کی تشریح

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سنت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں اَلْمَرَادُ بِالسُّنَّةِ الطَّرِيقَةُ الْمَسْلُوكَةُ فِى الدِّيْنِ وَشَرَائِعُ الْاِسْلَامِ وَلَوْكَانَتْ فَرْضًا اَوْ وَاجِبًا (لمعات ج اول صفحہ ۲۳۳)

سنت سے مراد وہ راستہ ہے جو دین میں مقرر کر دیا گیا ہے۔ جس کو شریعت اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عام ازیں کہ وہ فرائض ہوں یا واجبات۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے عمل کے لئے جس راہ کو متعین کر دیا ہے اس راہ کو سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس تعریف میں تعین عمل کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس قید سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال خارج ہو گئے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کے احکام یا اعمال سے منسوخ کر دیا۔ مثلاً نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین، آمین بالجہر یا صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا وغیرہ اور ہمارے عمل کے لئے اس لئے رکھا ہے کہ اس تعریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال خارج ہو جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ہیں اور ہمارے لئے مشروع نہیں مثلاً تہجد کی فرضیت 'صوم وصال' بیک وقت نو ازواج مطہرات کا نکاح میں رکھنا وغیرہ۔

سنت کی وضاحت کے بعد یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حدیث کا مفہوم سنت سے عام ہے حدیث کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول، فعل اور حال پر کیا جاتا ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی اور مستقبل کی جو خبریں دی ہیں وہ بھی حدیث ہیں..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں شراب پینے کو مباح رکھا اور بعد میں منع فرما دیا۔ یہ بھی حدیث ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خصوصیات ہیں وہ بھی سب احادیث ہیں۔

اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ ایک مسلمان عامل سنت تو ہو سکتا ہے کیونکہ سنت کا مفہوم ہی یہی ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے لیکن ایک مسلمان کبھی بھی عامل بالحدیث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ احادیث میں پچھلی امتوں کے اعمال بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ احادیث میں وہ اعمال بھی بیان کئے گئے ہیں جن کو بعد میں منسوخ کر دیا۔ مثلاً حدیث میں گفتگو کرنے کا بھی ذکر ہے اور سکوت کا بھی اور ظاہر ہے کہ دونوں احادیث پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کا بھی ذکر ہے اور ان پر ہمارے لئے عمل کرنا مشروع نہیں ہے۔ اس تفصیل سے آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح ہو گیا کہ تمام احادیث پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے البتہ تمام سنن پر عمل کرنا ممکن ہے اس لئے ایک مسلمان اہلسنت تو ہو سکتا ہے اہل حدیث کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں حدیث پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث کو دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً فرمایا :

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (بخاری) مجھ سے حدیث سننے والا بعد والوں کو میری احادیث پہنچا دے۔ اس کے برخلاف سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً فرمایا :

(۱) عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِى (ترمذی) میری سنت پر عمل کو لازم رکھو۔

(۲) مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِى فَلَيْسَ مِنِّى (بخاری) جس نے میری

سنت سے منہ موڑا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

(۳) مَنْ اَحْیَا سُنَّۃً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا (ترمذی)

جس شخص نے میری کسی ایسی سنت پر عمل کر کے اس کو زندہ کیا ہو جس کو لوگ ترک کر چکے ہوں تو اس سنت پر عمل کرنے والے کو بعد کے تمام لوگوں کا اجر ملے گا اور ان کے اجر میں بھی کمی نہیں ہو گی۔

بہرحال روایت اور درایت ہر دو طریق سے واضح ہو گیا کہ ایک مسلمان اہلسنت تو ہو سکتا ہے لیکن اہل حدیث کسی حال میں نہیں ہو سکتا۔

استدراک

بعض کتب حدیث یا شرح کتب حدیث یا موضوع حدیث سے متعلق کسی بھی کتاب میں "اہلحدیث" کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ اس لفظ سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ اہل حدیث کسی مسلک کا عنوان ہے یا اس کے حاملین کا نام ہے بلکہ اس جگہ اہل حدیث سے حضرات محدّثین مراد ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو مشتغل بالحدیث ہوتے ہیں۔ اس قسم کی کتاب میں لفظ اہل حدیث سے عامل بالحدیث مراد نہیں ہوتا بلکہ لفظ اہل حدیث سے مشتغل بالحدیث ہی مراد ہوتا ہے۔

کوئی شخص اہل حدیث نہیں ہو سکتا اہلسنّت ہو سکتا ہے

غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "ہم سے کہا جاتا ہے کہ جو اہل حدیث نہ ہو وہ اہلسنت نہیں ہو سکتا لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آج تک مسلک کے اعتبار سے کسی کو اہل

حدیث نہیں کہا گیا۔ اگر اہل حدیث کہا گیا ہے تو محض فن کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ جیسے علم اصول والوں کو اہل علم اصول کہا گیا ہے۔ لکھنے والوں کو اہل قلم کہا گیا ہے۔ منطق کا علم رکھنے والوں کو اہل منطق کہا گیا ہے، اسی طرح فقط محدّثین یعنی حدیث کا علم رکھنے والوں کو اہل حدیث کہا گیا ہے۔ لیکن خدا کی قسم مسلک کے اعتبار سے آج تک کوئی اہل حدیث نہیں ہوا جن کے بارے میں کبھی اہل حدیث کہا گیا ہے۔ وہ محض فن کے اعتبار سے اہل حدیث کہا گیا کیونکہ اگر حدیث مسلک کی بنیاد ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ" نہ فرماتے بلکہ "عَلَیْکُمْ بِحَدِیْثِیْ" فرماتے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تو پتہ چلا کہ مسلک کی بنیاد حدیث نہیں ہو سکتی بلکہ مسلک کی بنیاد سنت ہے۔

اور میں عرض کر دوں کہ حدیث پر تم عمل نہیں کر سکتے کیونکہ حدیث مطلقاً قابل عمل نہیں ہے بلکہ سنّت قابل عمل ہے۔ دیکھئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا وہ حدیث ہے، جو کیا وہ حدیث ہے اور جو آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے اسے برقرار رکھا وہ حدیث ہے، لیکن آپ حدیث کو اپنے عمل کی بنیاد قرار نہیں دے سکتے کیونکہ احادیث میں تو اختلاف ہے۔ احادیث میں تعارض بھی ہے ان میں ناسخ و منسوخ بھی ہیں۔ اس لئے حدیث قابل عمل نہیں ہے بلکہ اگر عمل کرنا ہے تو سنت پر کریں گے کیونکہ سنت قابل عمل ہے۔ اگر کوئی عمل بالحدیث کا مدعی ہے تو میں بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں کوئی آئے اور اس پر عمل کر کے دکھائے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کَانَ یُصَلِّیْ وَھُوَ حَامِلٌ اُمَامَۃَ بِنْتَ زَیْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بخاری شریف ج ۱ ص ۷۴)

"یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح پڑھتے تھے کہ آپ اپ[نی] نواسی امامہ کو اٹھائے ہوئے تھے۔"

اب بتائیے بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسل[م] اپنی نواسی کو گود میں لیے نماز پڑھتے تھے۔ لو اب ذرا اس حدیث پر عمل کر کے دکھاؤ اور اپنی نواسیوں کو گود میں لے کر نماز پڑھا کرو۔ اور اگر اپنی نہ ہو تو کسی کی اٹھا لاؤ کیونکہ نواسی کے بغیر حدیث پر عمل نہیں ہو گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ حسن معاشرت کے طور پر جو طریقے اپنائے کیا تم وہ طور طریقے اختیار کر سکتے ہو؟ یقیناً نہیں کر سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل نہیں ہو سکتا بلکہ سنت پر عمل ہو سکتا ہے اور سنت وہ ہے جسے میرے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلوک فی الدین قرار دیا ہو۔ یعنی دین پر چلنے کا راستہ بنا دیا ہو۔ اسی لئے آپ نے "عَلَيْكُمْ بِحَدِيْثِيْ" نہیں فرمایا۔ بلکہ "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ" فرمایا۔

(ابوداود ج ۲ ص ۲۸۷۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۶۱)

لہٰذا ہم اہلحدیث نہیں ہیں بلکہ ہم اہلسنت ہیں اور میں بتادوں کہ دنیا میں دو ثلث (دو تہائی) حنفی ہیں اور یہی سواد اعظم ہیں۔

اب سچ بتاؤ حضور تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اکثریت جس جانب ہو گی وہ حق ہو گا یا معمولی سی اقلیت حق پر ہو گی؟ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راہ نہ چھوٹے جس پر تیرے نیک بندے گامزن ہیں۔ (تقریر مقام امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز مرتبہ محمد صدیق فانی مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ شاد باغ لاہور)۔

مسلک اہلسنت و جماعت کی خصوصیات

متکلمین نے بیان کیا ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں عقائد قطعیہ اور عقائد ظنیہ، اس اعتبار سے حضرات اہلسنت و جماعت کی اصول و فروع میں جو خصوصیات ہیں ان کا یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

عقائد قطعیہ

اللہ تعالیٰ کو واجب الوجود، مستقل بالصفات، مستحق عبادت ہونے میں واحد بلاشریک ماننا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے لئے حسن و کمال کو واجب اور نقص اور عیب مثلاً کذب اور جہل کو محال ماننا۔ یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں وہ کسی فعل پر جوابدہ نہیں۔ اس کا نیکوکاروں کو ثواب عطا فرمانا اس کا فضل ہے اور عذاب دینا اس کا عدل ہے۔

تمام فرشتوں، کتابوں، نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا، قیامت، حشر و نشر اور جزا و سزا پر ایمان رکھنا، مرتکب کبیرہ گناہ کو مسلمان اور قابل عفو سمجھنا، انبیاء اور ملائکہ معصوم ہیں ان کے سوا کسی کی عصمت ثابت نہیں وغیرہ۔

عقائد ظنیہ

- انبیاء کی ملائکہ پر فضیلت۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء سے افضل ہونا۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے تمام اعمال پر گواہ ہونا (جس کو حاضر و ناظر سے تعبیر کیا جاتا ہے)۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق کرنا۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونا۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرعی اور تکوینی امور کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفوض کیا جانا۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان (ماضی) ومایکون (حال و مستقبل) عالم جاننا۔

○ حوائج اور مشکلات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کو جائز سمجھنا۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا اور آخرت میں شفاعت کو جائز سمجھنا۔

○ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افضلیت اور خلفاء راشدین کی خلافت علی الترتیب کو حق اور فضیلت کا معیار سمجھنا۔

○ خلیفہ کے تقرر کو حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق جائز سمجھنا۔

○ موزوں پر مسح کرنا۔

○ تمام صحابہ، ازواج مطہرات، آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سادات کرام اور اولیاء اللہ کا تعظیم سے ذکر کرنا۔

○ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا۔

○ ان کے توسل سے دعا مانگنا۔

○ ایصال ثواب کی مختلف صورتیں مثلاً سوئم، چہلم، عرس وغیرہ بطور استحباب کرنا۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بعنوان میلاد شریف بطور استحسان

کرنا۔

○ پنج وقتیہ نمازوں اور جمعہ کے بعد استحبابا" صلوٰۃ و سلام پڑھنا۔ وَغَیرِھَا مِنَ الاَعمَالِ الفَرعِیَّۃِ۔

آئمہ اربعہ کا اختلاف

امام اعظم ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ - امام مالک متوفی ۱۷۹ھ - امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ - امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ - یہ تمام آئمہ کرام مسلک اہلسنت و جماعت کے حامل تھے سواد اعظم کی اکثریت انہیں کے ساتھ تھی۔ مذکورۃ الصدر اصول اور فروع میں یہ تمام آئمہ متفق تھے۔ بعض فقہی جزئیات میں ان آئمہ کرام کا اختلاف تھا یہ اختلاف بالکل نیک نیتی کے ساتھ تھا۔ یہ وہی اختلاف ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِختِلَافُ اُمَّتِی رَحمَۃٌ "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" اس اختلاف کا ایک عام سبب یہ تھا کہ ہر امام کا ایک الگ اصول تھا۔ مثلاً ایک مسئلہ میں اگر متعدد، مختلف اور متعارض احادیث وارد ہوں تو اس صورت میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ قوت سند کے اعتبار سے فیصلہ کرتے ہیں۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جس پر اہل مدینہ کا تعامل ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ ایسی صورت میں متقدمین کی اکثریت کا لحاظ کرتے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ایسی صورت میں تمام متعارض احادیث کو سامنے رکھ کر منشاء رسالت تلاش کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو ایسی صورت اختیار کرتے ہیں جس میں تمام متعارض احادیث جمع ہو جائیں اور ہر حدیث کا الگ الگ محل متعین ہو جائے۔

فرقہ بندی کیوں؟

بعض لوگ سوال کیا کرتے ہیں کہ اسلام میں فرقہ بندی کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس افتراق اور اختلاف کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ :

وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَتَفْتَرِقَنَّ اُمَّتِی عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً فَوَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ وَ ثِنْتَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِی النَّارِ (ابن ماجہ)۔

(ترجمہ) : اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان پاک ہے کہ میری امت تہتر ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور بہتر ۷۲ دوزخ میں جائیں گے۔

چنانچہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف امت کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ عین حق و صواب تھا اور آپ کی یہ پیشین گوئی فطری اصول کے مطابق تھی جیسا کہ نظام کائنات اور رفتار زمانہ اس پر شاہد ہے۔

لیکن اس مقام پر جو بات سوچنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس دور اختلاف و افتراق میں حق پسند اور نجات والے گروہ کا کیسے پتہ چلے گا اور کیسے معلوم ہو کہ موجودہ فرقوں میں حق پر کون ہے؟

تو گذارش یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشکل بھی حل کر دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

فَاِذَا رَاَیْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔

(ترجمہ) "جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑو۔"

یہاں اختلاف سے مراد اصولی اختلاف ہے جس میں کفر و ایمان "اور ہدایت و ضلالت" کا فرق پایا جائے۔ فروعی اختلاف ہرگز مراد نہیں، کیونکہ وہ تو رحمت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں "اختلاف امتی رحمۃ" میری امت کا (فروعی) اختلاف رحمت ہے۔

اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر موجودہ اسلامی فرقوں میں اس بڑے فرقے کو تلاش کیجئے جو باہم اصولاً مختلف نہ ہوں اور جس قدر اسلامی فرقے اس کے ساتھ اصولی اختلاف رکھتے ہوں وہ ان سب میں بڑا ہو تو آپ کو ایسا فرقہ اہلسنت و جماعت کے سوا کوئی نہ ملے گا جس میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی، اشعری، ماتریدی سب شامل ہیں۔ یہ سب اہلسنت ہیں اور ان کے مابین کوئی ایسا اصولی اختلاف نہیں جس میں کفر و ایمان یا ہدایت و ضلالت کا فرق پایا جائے۔

حنفی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کو اختلافی مسائل میں خطا اجتہادی پر تسلیم کرتے ہیں مگر ان کے مسائل کو (خطا اجتہادی پر مبنی ہونے کے باوجود) ان کے حق میں ہدایت سے خالی نہیں سمجھتے۔ بخلاف معتزلہ، مرزائیہ، روافض و خوارج وغیرہم کے کہ ان میں بعض گروہ ایسے ہیں جو اہلسنت کے نزدیک دائرہ اسلام و ایمان سے خارج ہیں اور بعض وہ ہیں کہ ہدایت سے بے بہرہ ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہیں لہٰذا اس دور پرفتن میں حدیث مذکور کی رو سے سواد اعظم اہلسنت و جماعت کا حق پر ہونا ثابت ہوا۔

یہاں بعض لوگ یہ شبہ کیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ " مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ " ان میں سے

بعض مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں۔ اسی طرح اور آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومن اور نیک بندے قلیل ہیں اس لئے یہ حدیث (یعنی سواد اعظم والی حدیث) قرآن مجید کے خلاف ہے لہٰذا قابل قبول نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن آیتوں میں مومنین کو قلیل اور کفار کو کثیر فرمایا گیا ہے وہاں کفار سے وہ بہتر ۷۲ فرقے بالخصوص مراد نہیں جو مدعی اسلام ہیں بلکہ وہاں کفار سے عام کفار مراد ہیں۔ جن میں اسلام کے مدعی اور منکر سب شامل ہیں اور یہ امر واضح ہے کہ اسلام کے مدعی اور منکر تمام جہانوں کے کافروں کے مقابلہ میں سواد اعظم اہلسنت و جماعت کو لایا جائے تو یہ ضرور قلیل ہوں گے وہ کفار یقیناً کثیر ہوں گے۔ لہٰذا قرآن و حدیث میں کوئی اختلاف نہیں۔

اسی طرح ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حدیث مبارک میں مذکور ہے کہ میری امت میں بہتّر ۷۲ فرقے ہوں گے اور ایک نجات پانے والا ہو گا حالانکہ اگر ان فرقوں کو دیکھا جائے جو ہمارے نزدیک ناری ہیں تو ان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو چکی ہے پھر اہلسنت کا وہ ایک فرقہ جو ہمارے نزدیک نجات پانے والا ہے اس میں بھی متعدد گروہ پائے جاتے ہیں جیسے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اسی طرح صوفیاء کرام اور علماء **متکلّمین** وغیرہ میں بہت گروہ ہیں حالانکہ ہم ان سب کو ناجی (نجات پانے والا) سمجھتے ہیں اس حدیث سے تو یہ ثابت ہے کہ ناجی فرقہ صرف ایک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث مبارک میں ۷۲ ناری فرقوں سے وہ فرقے مراد ہیں جو کفر و الحاد اور گمراہی و بے دینی کا سرچشمہ اور جڑ ہیں۔ اسی طرح ایک ناجی گروہ سے وہ نجات پانے والا فرقہ مراد ہے جو اسلام و ایمان ہدایت و رحمت کا منبع اور اصل و بنیاد ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک جڑ سے کئی شاخیں نکلتی ہیں مگر ان کی اصل وہی جڑ ہے جس سے وہ نکلتی ہیں شاخوں کی کثرت سے جڑوں کی کثرت لازم نہیں آتی۔ جیسے ایک قبیلے میں کئی خاندان ہوتے ہیں اور ہر خاندان میں کئی گھر اور ہر گھر میں کئی افراد اسی طرح گمراہی کی ۷۲ جڑوں اور ضلالت کے بہتر قبیلوں سے سینکڑوں کیا ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں بھی اگر شاخیں اور خاندان و افراد پیدا ہو جائیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی اصل اور قبیلے بھی اتنی ہی تعداد میں ہوں۔ مختصر یہ کہ جس طرح گمراہی کی ۷۲ جڑوں سے سینکڑوں ہزاروں شاخیں پیدا ہو گئیں (جنہیں فرقوں میں شمار کر لیا گیا) اسی طرح ہدایت کی ایک جڑ سے کئی شاخیں پیدا ہوئیں مگر یاد رکھئے ضلالت کی جڑ کی ہر شاخ ضلالت ہو گی اور ہدایت کی جڑ سے جو شاخیں نمودار ہوں گی وہ سب ہدایت قرار پائیں گی۔ (مقالات کاظمی حضرت سیدنا غزالئ زمان قدس سرہ)

شیعہ کے عقائد باطلہ کا اجمالی خاکہ

۱- شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن صحیح نہیں، بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس میں تغیر و تبدل کیا۔

۲- شیعہ کے فرقہ غرابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کھائی، پہنچانا علی کو تھی، مگر حضور علیہ السلام کو پہنچا دی۔

۳- خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) چونکہ مومن نہ تھے، لہٰذا وہ خلافت کے لائق بھی نہیں تھے۔

۴- جس کے دل میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت ہو۔ چاہے وہ یہودی، نصرانی یا مشرک ہو، جنت میں داخل ہو گا۔ اور جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت رکھے، چاہے وہ نیک پاکباز ہو اور اس کے دل میں اہل بیتؓ کی محبت ہو، جہنم میں جائے گا۔

۵- حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (نعوذباللہ) پر لعنت کرنے سے بسم اللہ کا ثواب ملتا ہے اور جو طعام ان حضرات پر ستر (۷۰) مرتبہ لعنت کرنے کے بعد کھایا جائے اس میں زیادہ برکت پڑتی ہے۔

۶- اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و مرسلین کو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

ولایت کی تصدیق کے لئے بھیجا اور اگر جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کو پیدا ہی نہ کیا جاتا۔

۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وحی نازل ہوتی تھی۔

۸- انبیاء علیہم السلام بہتان لگا سکتے اور جھوٹ بول سکتے ہیں۔

۹- جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والوں سے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا اور ان کی برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی جائیں گی۔

۱۰- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خوشی میں اللہ تعالیٰ نے تین دن تک **کِرَامًا کَاتِبِیْنَ** کو لوگوں کے گناہ لکھنے سے روک دیا تھا۔

۱۱- **سنیوں** کے پیچھے بطور تقیہ سنی بن کر نماز پڑھ لینا، کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھ لینے کے برابر ہے۔ (ملخص از تحفہ اثنا عشریہ (عربی) مطبوعہ استنبول (ترکی) سن طباعت ۱۳۹۹ھ بحوالہ ... و نسب صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲ باب ہشتم)

شیعہ اور یہود کے عقائد و اعمال میں مماثلت

حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیعہ کے عقائد و اعمال کا یہودیوں کے عقائد واعمال سے موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اصل عبارت عربی میں ہے طوالت کے خوف سے یہاں صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

ترجمہ :

○ شیعوں کا مذہب یہودیوں کے مذہب سے مشابہت رکھتا ہے۔

○ شعبی نے فرمایا کہ فرقہ رافضیہ کی محبت یہودیوں کی محبت کی طرح ہے۔

○ یہودی کہتے ہیں کہ آل داود کے سوا کوئی انسان لائق امامت نہیں اور شیعہ اولاد علی کے سوا کسی کی امامت نہیں مانتے۔

○ یہودی کہتے ہیں جب تک کانے دجال کا خروج نہ ہو اور کسی سبب (ذریعہ) سے جناب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نہ اتریں تب تک جہاد جائز نہیں۔ اور رافضی کہتے ہیں جب تک مہدی آخرالزمان تشریف نہ لائیں اور سروش غیبی گواہی نہ دے کہ یہ مہدی آخرالزمان ہیں تب تک راہ خدا میں جہاد کرنا روا نہیں۔

○ یہودی مغرب کی نماز کو بتاخیر ادا کرتے ہیں، یہاں کہ ستارے آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں۔ اسی طرح شیعہ نماز مغرب میں دیر کرتے ہیں۔

○ یہودی قبلہ سے ترچھے ہو کر نماز پڑھتے ہیں، رافضی بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

○ یہودی نماز میں ادھر ادھر ہلتے جلتے ہیں اور شیعہ بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

○ یہودی نماز میں اپنے کپڑوں کو لٹکاتے ہیں اور شیعہ کا عمل بھی یہی ہے۔

○ یہودی ہر مسلمان کے خون کو حلال جانتے ہیں، شیعوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

○ یہودی 'عورت کے حق میں عدت کا انتظار نہیں کرتے'، روافض کا دستور بھی یہی ہے۔

○ یہودی تین طلاقوں میں کچھ حرج نہیں سمجھتے، شیعوں کا انداز فکر بھی یہی ہے۔

○ یہود نے توریت میں تحریف کی ہے اور شیعوں نے قرآن مجید میں تغیر و تبدل کیا اس لئے کہ بقول ان کے پہلے ہی سے قرآن مجید میں تغیر و تبدل راہ پاچکا اور اس کی نظم و ترتیب کو الٹ دیا گیا ہے، اس کی تنزیلی ترتیب باقی نہیں رہی اور اب اس طرح پڑھا جاتا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کا پڑھنا ثابت نہیں اور قرآن کریم میں کمی بیشی کی گئی ہے۔

○ یہودی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دشمنی رکھتے اور کہتے ہیں کہ وہ فرشتوں میں ہمارا دشمن ہے، اسی طرح شیعوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی، حالانکہ وہ وحی جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پہنچانی تھی۔ شیعہ جھوٹ بکتے ہیں، خداوند عالم تاقیامت انہیں غارت کرے۔ (**غُنْیَۃُ الطّالبین ص ۱۷۰، مطبوعہ نولکشور** لاہور سن طباعت ۱۹۸۲ء بحوالہ نام و نسب صفحہ ۴۶۱ مطبوعہ گیلانی پبلشرز درگاہ گولڑہ **شریف**)۔

حضرت شیخ کی تصنیف "**غنیۃ الطالبین**" سے جو اقتباسات ہم نے یہاں نقل کئے ہیں انہیں قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھ لیا جائے کہ وہ درست ہیں یا غلط۔ جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ایمان ہے وہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ سوچے کہ اگر حضرت شیخ کی جگہ وہ ہوتا تو کیا ان عقائد باطلہ کی تائید کرتا یا تردید؟

لہٰذا ہم اہلسنت و جماعت آج بھی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (اَسْتَغْفِرُاللہ ثُمَّ اَسْتَغْفِرُاللہ) (تفسیر قمی، جلد اول ص ۳۵ مطبوعہ موسستہ دارالکتاب الطباعۃ والنشر قم ایران)۔

اور سنئے! شیخ طوسی اور نعمانی آٹھویں حضرت امام رضا سے روایت کرتے ہیں کہ امام مہدی کے ظہور کے علامت یہ ہوگی کہ وہ بروئے آفتاب برہنہ ہونگے اور منادی اعلان کرے گا کہ امیرالمومنین دوبارہ آگئے ہیں اس برہنہ مہدی کا سب سے پہلا مرید کون ہو گا؟ اسے ملاباقر مجلسی سے سنئے۔

اول کسے کہ بہ او بیعت کند محمد باشد (حق الیقین جلد دوم صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ انتشارات علمیہ اسلامیہ۔

(ترجمہ) سب سے پہلے اس (ننگے) مہدی کی جو بیعت کریں گے، وہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ (استغفراللہ)۔

بعض سادہ لوح یہ خیال کرتے ہیں کہ امام خمینی دوسروں کی طرح متشدد اور غلو پسند نہیں مگر ان کی کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ وہ ایسے عقائد باطلہ کی تردید و تکذیب کے بجائے ان کی توثیق و تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ از ضروریات مذہب ماست کہ کسے بمقامات معنوی آئمہ (ع) نمی رسد، حتی ملک مقرب و نبی مرسل" (ولایت فقیہ (فارسی) ص ۵۸، مکتبہ انتشارات آزادی قم سہ راہ موزہ)

(ترجمہ) یہ چیز ہمارے شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے کہ ہمارے اماموں کا وہ درجہ ہے جسے کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پاسکتا۔ (نعوذباللہ من ذلک)۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے متعلق شیعہ عقائد

شیعہ مذہب کے ایک محقق لکھتے ہیں چوں قائم ما ظاہر شود

عائشہ را زندہ کند تابراو حد بزند وانتقام فاطمہ ازو بکشد (حق الیقین ص ۳۴۷ مطبوعہ انتشارات علمیہ بازار شیرازی)

(ترجمہ) جب ہمارے امام مہدی ظاہر ہوں گے تو عائشہ کو زندہ کریں گے تاکہ اس پر حد لگائیں اور اس سے فاطمہ کا بدلہ لیں۔ (استغفراللہ)

اصحاب رسول کے متعلق شیعہ عقائد

شیعہ کا مستند ترین درجہ اول کا خبیث محدث علامہ محمد بن یعقوب **الکلینی** لعنت اللہ علیہ (م ۳۲۸ھ) لکھتا ہے۔ كَانَ النَّاسُ اَهْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ ؟ فَقَالَ اَلْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَ اَبُوْذَرٍ غِفَارِيٍ وَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْهِمْ **(الروضۃ من الکافی، از الکلینی رازی** جلد نمبر۸ صفحہ ۲۴۵ مطبوعہ تہران)۔

(ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مقداد بن الاسود، ابوذرغفاری اور سلمان فارسی کے سوا سب لوگ (یعنی صحابہ کرام) مرتد ہو گئے۔ (العیاذ باللہ)

پھر لکھتے ہیں۔ وَاِنَّ الشَّيْخَيْنِ فَارَقَا الدُّنْيَا وَلَمْ يَتُوْبَا وَلَمْ يَتَذَكَّرَا مَاصَنَعَا بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَعَلَيْهِمَا لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (دیکھئے الروضۃ من الکافی جلد ۸، ص ۲۴۶ مطبوعہ تہران)

(ترجمہ) ابوبکر و عمر توبہ کئے بغیر دنیا سے چلے گئے اور انہوں نے جو کچھ حضرت علی سے کیا اسے کبھی یاد تک نہ کیا۔ سو ان پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت (استغفراللہ استغفراللہ)

اہلسنت و جماعت کے متعلق عقائد شیعہ

شیعوں کے بہت بڑے خبیث محدث محمد بن یعقوب **الکلینی** لکھتے ہیں۔ ان الناس کلھم اولاد بغایا ماخلا شیعتنا (الروضۃ الکافی جلد ۸ ص ۲۸۵، مطبوعہ تہران)۔

(ترجمہ) ہمارے شیعہ کے سوا سب کے سب لوگ حرام زادے ہیں (استغفراللہ) مزید کرم فرمائی ملاحظہ ہو۔ وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہر می شود، پیش از کفار ابتداء بہ سنیاں خواھد کرد باعلماء ایشاں وایشاں راخواھد کشت و در مجمع البیان نیز مضمون ایں حدیث از آنحضرت روایت کردہ است (دیکھیے حق الیقین جلد دوم ص ۵۲۷)

(ترجمہ) جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو دوسرے کافروں سے پہلے **سنیّوں** کے علماء سے ابتداء کریں گے اور انہیں قتل کریں گے۔ تفسیر مجمع البیان میں بھی حدیث کا یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

کیا تقیہ منافقت نہیں؟

اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جو تعریف حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے وہ شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ اور خوارج کبھی اہلسنت و جماعت سے اتفاق و اتحاد کرنے کے حق میں نہیں بلکہ ان کو اپنے عقیدے کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور صرف خود پر لفظ مومن کے اطلاق کو درست تصور کرتے ہیں۔ آج کل بعض خود غرض شیعہ سنی کے اتفاق و اتحاد کا علم اٹھائے ہوئے ہیں۔ کانفرنسیں اور

جلسے کرتے ہیں اور ہمارے اکثر سنی ان مجالس میں شرکت کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی وجہ سے باعث برکت و رحمت سمجھتے ہیں ان پر واضح ہو کہ شیعہ اور خارجی ہرگز **سنیّوں** کے بھائی نہیں بن سکتے اور **سنیّوں** کے خلاف ان کے دلوں میں جو زہر بھرا ہوا ہے اسے وہ کبھی بھی نکال نہیں سکتے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام پر شیعہ سادہ لوح **سنیّوں** کو اپنی مجالس میں دعوت شرکت دیتے ہیں اور سنی ہیں کہ سر کے بل چل کر جاتے ہیں؟ اگر **سنیّوں** کی طرح شیعہ بھی صاف دل ہوتے تو جواباً" سنیوں کی مجالس ذکر و فکر میں ضرور شرکت کرتے۔ عقیدتاً" نہ سہی رسماً" ہی سہی، مگر آپ نے کبھی دیکھا کہ کوئی شیعہ صدیق اکبر کانفرنس، فاروق اعظم کانفرنس یا ذوالنورین کانفرنس میں شریک ہو۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی چھٹی شریف یا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف میں شرکت کی ہو اور اگر کبھی کسی مجبوری کی بنا پر ایسی مجالس میں پھنس بھی جائیں تو تقیہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ تقیہ ان کے ہاں عبادت کبریٰ ہے۔ اگرچہ اس کے معنی کچھ اور ہی ہیں۔ منافقت بھی تو تقیہ ہے گویا دل میں کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور کیا جائے۔ اگر منافقت اس کو نہیں کہتے تو پھر منافقت کی تعریف کیا ہو گی؟

مطلب یہ کہ اہلسنت کو حتی الامکان ان سے دور رہنا چاہیے اگر یہ ہمیں کافر جانتے ہیں تو پھر ہم انہیں کیوں مسلمان گردانیں بقول حضرت امیر مینائی۔

جو تجھے بھول گئے تجھ کو بھی لازم ہے امیر
خاک ڈال آگ لگا نام نہ لے یاد نہ کر

جو نامراد ذہن صدیق اکبر، فاروق اعظم، ذوالنورین اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات مقدسہ کے حق میں آج تک پاک نہ ہو سکے

وہ سنی المسلک اولیاء اللہ کے حق میں جن میں داتا علی ہجویری، خواجہ غریب نواز اجمیری، اور غوث اعظم پیر پیراں حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر اکابر امت شامل ہیں کس طرح اپنی ذہنیت کو پاک اور اپنے ضمیر کو صاف کر سکتے ہیں ۔

زیں مذہبیان خودسرو تفرقہ خو
آئین مروت و دل صاف مجو

گر عمر قلم بہ کار دین گردد صرف
زائل نشود سیاہی از باطن او

لہٰذا جن باضمیر مسلمانوں کے دل میں امہات المومنین، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اور دیگر اکابر امت کی ذرہ بھر بھی عزت ہے انہیں اتنا کچھ پڑھ لینے کے بعد بیدار ہو جانا چاہیے اور اگر اب بھی بیداری کا امکان نہیں تو پھر بے ضمیر اور ناپاک زندگی مبارک ہو۔ بقول اقبال ۔

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

(ضرب کلیم)

سلطان العارفین حضرت ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ فرماتے ہیں ۔

یاگردن روز گار را زنجیرے
یا سرکشی زمانہ را تدبیرے

ایں زاغ وشاں بسے پرند بلند

ہنگے، چوبے، گزے، خدنگے، تیرے

ترجمہ : آفاق کی گردن میں زنجیر ڈال کر اسے مسخر کر لے، یا زمانے کی سرکشی کا کوئی علاج کر، کیونکہ یہ زاغ فطرت (یعنی کوے) متعینہ حدود سے بڑھ کر پرواز کر رہے ہیں، ان پر کسی پتھر، لکڑی، چھڑی، یا تیر سے ضرب کاری لگاتے ہوئے انہیں آداب حدود سکھا۔

(ماخوذ نام و نسب مطبوعہ گیلانی پبلشر اسلام آباد۔ حضرت سیدنا نصیرالدین شاہ صاحب مدظلہ تعالیٰ گولڑہ شریف)

روافض کی تکفیر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان افغانی بریلوی فرماتے ہیں :

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے۔ کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذاللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہرالٰہی ہے اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہیں ہو گا۔ محض زنا ہو گا۔ اولاد ولد الزنا ہو گی۔ باپ کا ترکہ نہ پائیگی اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً" ولدالزنا کا باپ کوئی نہیں عورت نہ ترکہ کہ مستحق ہو گی نہ مہر کی، کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریبی حتی کہ باپ "بیٹے" ماں، بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا" سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً" کچھ حق نہیں ان کے مرد، عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں

شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سنّی بنیں۔

(ردالرفضہ صفحہ ۱۷ مطبوعہ مشہور پریس کراچی بحوالہ شرح مسلم شریف جلد ششم صفحہ ۲۲۸ فرید بک سٹال لاہور۔)

شیخ نجدی کے
ابتدائی حالات

شیخ نجدی ۱۱۱۱ ہجری میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۷ ہجری میں فوت ہوا۔ (مشہور یہ ہوا کہ ۱۱۱۵ ہجری میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۶ ہجری میں فوت ہوا) تحصیل علم کے لئے شروع میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ گیا۔ وہاں شیخ محمد سلیمان کردی اور شیخ محمد حیات سندھی اور دوسرے مشائخ حجاز سے ملاقات ہوئی۔ اکثر مشائخ نے فراست ایمانی سے اس کی پیشانی پر گمراہی اور بدبختی کے آثار دیکھے اور وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کو گمراہ کر دے گا اور اس کے وجہ سے بہت سے بندگان خدا گمراہی کے کنویں میں جاگریں گے اور فی الواقع ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح اس کے والد گرامی شیخ عبدالوہاب بھی علماء صالحین میں سے تھے۔ انہوں نے بھی اس کی پیشانی پر بے دینی اور کفر کے آثار دیکھ لئے تھے' چنانچہ وہ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین کرتے تھے۔ اسی طرح اس کے بھائی شیخ سلیمان نے بھی اس کی بدعقیدگی میں اس کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ (تاریخ نجد و حجاز صفحہ ۱۵۷)

شیخ نجدی کی گمراہی کی ابتداء

شیخ نجدی نے جس طرح بتدریج تنقیص رسالت کے ادوار طے کئے اس کے بارے میں سید دحلان رقمطراز ہیں۔ (دیکھئے۔ خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلاد الحرام صفحہ ۳۳۳ / ۲۲۹ ـ سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی متوفی ۱۳۰۴ھ بحوالہ تاریخ نجد و حجاز صفحہ ۱۵۰ - ۱۴۷)

(ترجمہ) شیخ نجدی شروع شروع میں مدعی نبوت مسلیمہ کذاب، سجاح، اسود عنسی اور طلیحہ اسدی جیسے بے دین لوگوں کی کتابوں کا بڑے شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا اور اس کے دل میں بھی شوق تھا کہ یہ دعویٰ نبوت کا اظہار کرے۔ اس نے زیر زمین دعویٰ نبوت رکھا اور خارج میں اسی نہج پر کام کرتا تھا۔ لیکن اس کو کھل کر دعویٰ نبوت کے اظہار کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن اس نے طور اطوار سارے نبوت کے اپنا لئے تھے۔ اس کے ہم عقیدہ لوگ باہر سے ہجرت کر کے آتے۔ ان کو یہ "مہاجرین" کہتا اور اپنے شہر والوں کو "انصار" کہتا اور جو کوئی شخص اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا اور اگر اس نے پہلے حج کر لیا ہوتا، تو یہ اس کو کہتا جا کر دوبارہ حج کرو، کیونکہ پہلا حج تم نے جس وقت کیا تھا اس وقت تم مشرک تھے وہ تجھ سے مقبول نہ ہو گا اور نہ تجھ سے فریضہ حج ساقط ہو گا اور جب کوئی اس کے دین میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا تو اس سے کلمہ شہادتین پڑھوانے کے بعد کہتا تھا کہ اس بات پر گواہی دو کہ تم اس سے پہلے کافر تھے اور گواہی دو کہ تمہارے ماں باپ کافر تھے اور اکابر علماء کا نام لے لے کر کہتا کہ گواہی دو کہ وہ سب کافر تھے۔ اگر وہ گواہی دے دیتا تو ان کا ایمان قبول کر لیتا ورنہ قتل کروا دیتا۔ اور شیخ نجدی بصراحت کہا کرتا تھا کہ چھ سو سال سے تمام امت کافر ہے اور وہ ہر اس شخص کی تکفیر کرتا تھا جو اس کی اتباع نہ کرے، اگرچہ وہ شخص انتہائی پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ایسے تمام اشخاص کو مشرک قرار دے کر ان کو قتل کروا ڈالتا اور ان کے مال و متاع کو لوٹنے کا حکم دیتا، اور جو شخص اس کی اتباع کر لیتا اس کو مومن قرار دیتا اگرچہ بدترین فاسقوں میں سے ہو۔

تنقیص رسالت میں شیخ نجدی کی دیدہ دلیری

شیخ نجدی مختلف طریقوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ

نفسی و ابی و امی کی تنقیص کیا کرتا تھا اور اس کا زعم تھا کہ توحید کو محفوظ رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے، اس کی چند گستاخیاں درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "طارش" کہا کرتا تھا اور نجد کی لغت میں طارش چٹھی رساں یا ایلچی کو کہتے ہیں۔

۲۔ واقعہ حدیبیہ کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ اس میں اتنے جھوٹ بولے گئے ہیں چنانچہ اس کے پیروکار بھی یہ باتیں اس کے سامنے کرتے اور وہ ان پر خوش ہوتا تھا۔

۳۔ اس کے سامنے اس کے نائبین میں سے ایک شخص نے کہا کہ میری لاٹھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ سانپ وغیرہ کو مارنے میں کام آسکتی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فوت ہو چکے ہیں اور اب ان میں کوئی نفع باقی نہیں رہا۔ وہ محض ایک ایلچی تھے جو اس دنیا سے جا چکے۔

(بعض علماء نے بیان کیا کہ شیخ نجدی کے یہ اقوال مذاہب اربعہ میں کفر ہیں اور بعض نے کہا یہ باتیں تمام اہل اسلام کے نزدیک کفر ہیں۔)

۴۔ شیخ نجدی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کو سخت ناپسند کرتا تھا اور درود شریف سننے سے اس کو تکلیف ہوتی تھی۔

۵۔ جمعہ کی رات کو درود شریف پڑھنے اور میناروں پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنے سے منع کرتا تھا اور جو شخص اس طرح درود شریف پڑھتا، اس کو سخت تکلیف وہ عذاب دیا کرتا تھا، یہاں تک کہ ایک خوش الحان نابینا موذن کو اس نے درود شریف پڑھنے کے جرم میں قتل

کروا دیا۔

۶ - کہا کرتا تھا کہ کسی فاحشہ عورت کے کوٹھے میں ستار بجانے سے اس قدر گناہ نہیں ہے جس قدر گناہ مسجد کے میناروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ہے۔ (اور اپنے ماننے والوں سے کہتا کہ اس طریقے سے توحید کی حفاظت ہوتی ہے)

۷ - اس کے بدترین افعال میں سے ایک یہ فعل ہے کہ اس نے دلائل الخیرات اور دوسری درود شریف والی کتابوں کو جلوا دیا اور ان کتابوں کے پڑھنے کو بدعت قرار دیتا تھا۔

۸ - اس نے فقہ، تفسیر، حدیث کی کتابیں جلوا ڈالی تھیں۔

۹ - اس نے اپنے متبعین میں سے ہر شخص کو قرآن کریم کی اپنی رائے سے تفسیر کی اجازت دے دی تھی۔ یہ اپنے متبعین میں سے کسی کو قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دیتا، پھر از خود اس کی تفسیر کرتا، پھر جو کچھ اپنی فہم سے تفسیر کرتا، اس کو تمام علمی کتابوں اور تصریحات علماء پر مقدم رکھتا۔

۱۰ - جو آیات قرآن کریم میں منافقین اور مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، ان کو مسلمانوں پر منطبق اور چسپاں کرتا۔

(حالانکہ صحیح بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا طریقہ یہ ہے کہ جو آیتیں مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں ان کو وہ مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اور سند سے حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اپنی امت میں سے زیادہ اس شخص پر خوف ہے جو شخص قرآن پاک کی غلط تاویل کر کے آیات قرآن کو

اس کے غیر محل میں چسپاں کرے گا۔) یہ اور اس سے پہلے حدیث دونوں کا مصداق محمد بن عبدالوہاب ہے اور اس کے پیروکار ہیں اور جس چیز کی طرف اشارہ محمد بن عبدالوہاب دیتا ہے وہ ایک نیا دین ہے جیسا کہ اس کے اقوال، افعال اور احوال سے ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دین اسلام میں صرف قرآن کو حجت مانتا ہے اور قرآن کو بھی وہ فقط ظاہراً" مانتا ہے تاکہ لوگ اس کی حقیقت سے واقف نہ ہو جائیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے آیات قرآنی کو اپنی ہوائے نفسانی سے کھلونا بنا رکھا ہے اور اپنی خواہش کے مطابق آیات قرآنی کو ڈھالتے رہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، اخیار تابعین، آئمہ تفاسیر سے جو قرآن کریم کی تفسیر منقول ہے۔ شیخ نجدی اس کو حجت نہیں مانتا، جس طرح یہ قرآن پاک کے علاوہ احادیث شریفہ، تاویل صحابہ و تابعین اور فتاویٰ آئمہ مجتہدین کو نہیں مانتا۔ اسی طرح یہ قرآن کریم اور حدیث پاک سے جن مسائل کا استنباط کیا گیا ہے ان کو بھی نہیں مانتا۔ نہ قیاس کو حجت سمجھتا ہے اور نہ اجماع کو۔

شیخ نجدی دروغ گوئی سے اپنی نسبت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی طرف کرتا ہے حالانکہ حنبلی علماء نے اس کا رد لکھا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے بھی اس کے مزعومات کے رد پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ ذیل میں شیخ کے چند مزعومات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۱ - شیخ نجدی اپنے عمال کی طرف لکھتا ہے کہ تم خود اجتہاد کیا کرو اپنے تدبر سے احکام جاری کیا کرو اور ان کتابوں کی طرف نہ دیکھو، کیونکہ ان میں حق اور باطل سبھی کچھ ہے، حالانکہ اس کے تمام عمال بدترین جاہل تھے۔

۱۲- اس نے بے شمار علماء صالحین اور عوام مسلمین کو قتل کروایا جنھوں نے اس کے نوزائیدہ دین کو تسلیم نہیں کیا۔

۱۳- مسلمانوں کو لوٹ مار سے جو مال حاصل ہوتا تھا اس کی زکوۃ یہ اپنی ہوائے نفس سے تقسیم کیا کرتا تھا۔

۱۴- شیخ نجدی کے متبعین اپنے آپ کو کسی مذہب کا پابند نہیں جانتے تھے البتہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے حنبلی مذہب کی طرف نسبت کرتے تھے۔

۱۵- شیخ نجدی نماز کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس عبادت کی مزدوری مانگ رہے ہو۔

مسلمانوں کے اعتراضات سے شیخ نجدی کا لاجواب ہونا۔

ایک بار شیخ نجدی درعیہ میں جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا دوران خطبہ میں اس نے کہا۔ "جو شخص حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وسیلہ پکڑے وہ کافر ہے۔" جمعہ کے بعد شیخ نجدی کے بھائی شیخ سلیمان نے پوچھا "بتاؤ اسلام کے کتنے ارکان ہیں؟ شیخ نجدی نے کہا پانچ۔ شیخ سلیمان نے کہا۔ تم نے تو اسلام کا چھٹا رکن بھی بنا دیا ہے اور وہ یہ کہ جو تمہاری پیروی نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔"

ایک اور شخص نے محمد بن عبدالوہاب سے پوچھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ رمضان المبارک کی ہر رات میں کتنے مسلمانوں کو آزاد کرتا ہے؟ کہنے لگا۔ ایک لاکھ مسلمان کو' وہ شخص کہنے لگا۔ تمہارے پیروکار تو اس مقدار کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچتے' تو آخر وہ کون سے مسلمان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی راتوں میں جنم سے آزاد کرتا ہے' جبکہ تم مسلمانوں کا حصہ صرف

اپنے پیروکاروں کو سمجھتے ہو۔ اس گرفت پر شیخ نجدی مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اسی اثناء میں شیخ سلیمان شیخ نجدی سے ناراض ہو کر درعیہ سے مدینہ منورہ (زَادَھَا اللہُ عِزًّا وَّ شَرَفًا) چلے گئے اور وہاں جاکر اس کا رد کرنا شروع کیا۔

ایک بار ایک قبیلہ کا رئیس اس سے ملنے آیا اور اس سے کہنے لگا۔ اے شیخ تمہارا ایک معتمد اور خادم جو تمہارے نزدیک سچا ہو آکر یہ خبر دے کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار آکر تم پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہے اور تم ایک ہزار آدمیوں کو اس بات کی تصدیق کے لئے روانہ کرو اور وہ دیکھیں کہ پیچھے نہ کوئی ہنگامہ ہے اور نہ کوئی لشکر اور وہ اگر تم کو اس بات کی خبر دیں' تو تم اس ایک آدمی کی تصدیق کرو گے یا ان ہزار آدمیوں کی۔ شیخ نجدی نے کہا۔ میں ہزار آدمیوں کی تصدیق کروں گا۔ اس قبیلہ کے سردار نے کہا۔ اسی طرح تمام سابق مسلمان علماء' زندہ اور فوت شدہ اپنی کتابوں میں تمہاری دعوت اور تحریک اور تمہارے عقائد اور افکار کی تکذیب بیان کرتے رہے ہیں پس ہم ان تمام کی تصدیق کریں یا صرف ایک تمہاری۔ اس گرفت پر بھی شیخ نجدی بھونچکا رہ گیا۔ اور اس کو کوئی جواب بن نہ آیا۔

ایک اور شخص نے شیخ نجدی سے سوال کیا۔ جس دین کو تم لے کر آئے ہو' یہ پہلے اسلام سے متصل ہے یا منفصل؟ شیخ نجدی نے جواب دیا۔ میرے اساتذہ اور ان اساتذہ کے اساتذہ حتیٰ کہ چھ سو سال تک یہ ساری امت کافر اور مشرک تھی۔ اس شخص نے کہا۔ تب تو تمہارا دین منفصل ہے۔ پس تم نے یہ دین کس سے حاصل کیا؟ کہنے لگا۔ وحی الہام سے جیسی وحی الہام حضرت خضر پر ہوتی تھی۔ اس شخص نے جواب دیا۔ اگر وحی الہام کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اس کی تمہارے ساتھ کیا خصوصیت ہے ہر شخص ایک نیا دین لے کر

اٹھ سکتا ہے اور کہے گا کہ اس کو یہ دین وحی الہام سے حاصل ہوا ہے۔

شیخ نجدی کی گمراہی کی بین مثال

شیخ نجدی کی بدعقیدگیوں اور گمراہیوں کی مثالوں میں سے چند یہ ہیں :

وہ مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کی زیارت کے لئے جانے سے منع کیا کرتا تھا۔ کچھ لوگ احساء سے اس کی اجازت کے بغیر روضہ انور کی زیارت کو آئے۔ جب اس کو خبر پہنچی تو اس نے ان مسلمانوں کو بلوا کر ان کی ڈاڑھیاں منڈوا دیں اور ان کو درعیہ سے نکال کر احساء کی طرف بھجوا دیا۔

احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شیخ نجدی کے ظہور کی مذمت کے بارے میں علامہ سید احمد دحلان لکھتے ہیں :

(دیکھئے خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلادالحرام ص ۲۳۵ / ۲۳ سید احمد بن زینی دحلان شافعی م ۱۳۰۴)

" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ آپ نے دعا مانگی۔ اے اللہ ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے' صحابہ نے عرض کیا ہمارے نجد میں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کے لئے دعا نہیں مانگی اور تیسری بار فرمایا۔

هُنَاکَ الزَّلَازِلَ وَالْفِتَنَ وَبِهَا يَطْلَعُ قَرْنَ الشَّيْطٰنِ وہاں سے زلزلے اور فتنے نمودار ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

ٹنڈ پسندی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان بدعقیدہ لوگوں کی

علامت یہ ہوگی کہ وہ سر منڈائیں گے یہ نص صریح ہے۔ ان لوگوں پر جو عرب کی مشرقی جانب سے ظاہر ہوئے اور جنہوں نے محمد بن عبدالوہاب کی پیروی کی' کیونکہ محمد بن عبدالوہاب اپنے پیروکاروں کو سرمنڈانے کا حکم دیتا تھا اور زائرین مدینہ کی اس وقت تک اس سے جان نہیں چھٹتی تھی۔ جب تک کہ وہ سر نہیں منڈوا لیتے تھے۔

اس سے پہلے جتنے بھی فرقے گزرے ہیں' ان میں سے کوئی بھی فرقہ سر منڈوانے کا التزام نہیں کرتا تھا۔ پس اس حدیث صحیح میں جن بدعقیدہ اور دین سے نکلنے والے لوگوں کی خبر دی گئی ہے اس کے مصداق صرف شیخ نجدی کے پیروکار ہیں۔ اسی وجہ سے سید عبدالرحمٰن الاہدل مفتی زبیر کہتے تھے کہ محمد بن عبدالوہاب کی گمراہی اور دین سے خروج پر کوئی علیحدہ اور مستقل دلیل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ اس کے فرقے کے بطلان کے لئے یہ امر کافی ہے کہ انہوں نے سر منڈانا اپنا شعار بنا لیا ہے بلکہ ان کے رد کے لئے یہ کافی ہے کہ محمد بن عبدالوہاب تو ان عورتوں کے بھی بال منڈوا دینا چاہتا تھا۔ جو اس سے بیعت کے لئے آتی تھیں۔

ایک بار ایک عورت اس کے نئے دین میں داخل ہوئی اور پچھلے اسلام سے تائب ہوئی۔ محمد بن عبدالوہاب نے اس کے سر کے بال منڈوانے کا حکم دیا۔ اس عورت نے کہا۔ تم مردوں کے صرف سر کے بال منڈوانے پر کیوں اکتفا کرتے ہو' اگر تم ان کی ڈاڑھیاں بھی منڈوا دو' تو تم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ تم ہمارے سر کے بال کٹوا دو' کیونکہ عورتوں کے سر کے بال بمنزلہ مردوں کی ڈاڑھیوں کے ہیں اس عورت کی یہ بات سن کر شیخ نجدی مبہوت رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

انور شاہ کشمیری

دیوبندیوں کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (دیکھئے انور شاہ کشمیری، فیض الباری، ص ۱۷۱، بحوالہ تاریخ نجد و حجاز صفحہ ۱۲۶)

"اَمَّا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ النَّجْدِيُّ فَكَانَ رَجُلاً بَلِيدًا قَلِيلَ الْعِلْمِ فَكَانَ يَتَسَارَعُ إِلَى الْحُكْمِ بِالْكُفْرِ۔"

(ترجمہ) محمد بن عبدالوہاب نجدی نہایت بے وقوف اور کم علم شخص تھا اور وہ مسلمانوں پر کفر کا حکم لوٹانے میں بہت تیز تھا۔

حسین احمد مدن پوری

دیوبندی مکتب فکر کے ایک بڑے عالم حسین احمد مدن پوری نے "شہاب ثاقب" میں مختلف مقامات پر شیخ نجدی کی شخصیت اور اس کے عقائد سے بحث کی ہے، ہم ان سطور پریشان کو ایک منظم شکل میں حوالہ صفحات کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس نے اہلسنت و جماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و نعمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ

کے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور الحاصل وہ ایک ظالم اور باغی، خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ جتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے، نہ مجوس سے، نہ ہنود سے۔ غرض یہ کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے، وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔



جماعت اسلامی

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔ ان کی کتابوں کے پڑھنے سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور مودودی صاحب کے سوا کوئی شخص خامیوں سے پاک نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پر تو خیر مودودی صاحب نے مہربانی فرمائی ہے ورنہ ملت اسلامیہ کے عام افراد سے لے کر انبیاء علیہم السلام تک ہر شخص ان کی تنقید کے نشانے کی زد پر ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں انہوں نے خامیاں تلاش کی ہیں اور ان پر خدا خوفی سے بے نیاز ہو کر تنقید کی ہے۔ البتہ ایک مودودی صاحب کی ذات ستودہ صفات اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ ان کو اپنی ستّر سال سے زائد زندگی میں کوئی خامی نظر نہیں آئی جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے جو بات ایک بار لکھ دی ہے کبھی اس کو غلط تسلیم نہیں کیا۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جو لوگ جماعت اسلامی سے وابستہ ہیں ان کے سامنے انبیاء علیہم السلام میں خامیاں بیان کیجئے ان کے ابرو پر شکن نہیں آئے گی۔ صحابہ کرام کی تنقیص کیجئے ان کو پرواہ نہیں ہو گی۔ مجددین اور اولیاء کرام کی توہین کیجئے وہ سن لیں گے لیکن مودودی صاحب کی کسی کتاب کے ایک فقرہ یا ایک لفظ کو بھی غلط کہا تو وہ آگ بگولا ہو جائیں اور آپ سے مناظرہ اور مجادلہ کے لئے فوراً تیار ہو جائیں گے۔

ذیل میں ہم انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور خود مودودی صاحب کے بارے میں ان کی بعض عبارتیں پیش کر رہے ہیں۔

۱ - بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ حضرت نوح کی اخلاقی

رفعت کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ ابھی جان جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا اور اس نظارہ سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ لیکن جب اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے' تو فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پرواہ ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضیٰ ہے۔ (تفہیم القرآن سورہ ھود)

۲ - نبی ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ (رسائل مسائل جلد ۱ صفحہ ۳ طبع دوم)

۳ - اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرات پیش آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى **(تفہیمات** جلد صفحہ ۱۲۱ طبع پنجم)

۴ - یہ وہ تنبیہ ہے جو اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور بلندی درجات کی بشارت دینے کے ساتھ حضرت داؤد کو فرمائی۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوا تھا اس کے اندر خواہش کا کچھ دخل تھا اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔ (تفہیم القرآن)

۵ - تاہم قرآن پاک کے اشارات اور صحیفہ یونس علیہ السلام کی تفصیلات پر غور کرنے سے انتخابات صاف معلوم ہوتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ

السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔
(تفہیم القرآن سورۃ یونس)

۶ ۔ جب یکایک غار حرا کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربہ سے وہی گھبراہٹ طاری ہوئی جو لامحالہ ایسے حالات میں ایک بشر پر طاری ہونی چاہئے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو۔ یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب نوعیت کی تھی۔ طرح طرح کے سوالات حضور ﷺ کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے جنہوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کر دیا تھا۔ کیا واقعی میں نبی ہی بنایا گیا ہوں؟ کیا مجھے سخت آزمائش میں تو نہیں ڈال دیا گیا۔ (سیرت سرور عالم جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ علق کی ابتدائی آیات جبرئیل علیہ السلام نے نازل کر دیں اور مودودی صاحب کے نزدیک حضور کو اب بھی اپنے نبی ہونے کا یقین نہیں ہوا یہ ایسی عبارت ہے جس سے اسلام کی ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تئیس سال تک لگاتار یہی جبرئیل علیہ السلام اسی قرآن کو لے کر آتا رہا جب یہ ابتداء یقین کا موجب نہ تھا تو بعد میں حضور ﷺ نے کس سبب سے اپنی نبوت کا یقین کر لیا اور جب خود حضور ﷺ کو اپنی نبوت کا یقین نہ تھا تو کسی اور کو کیسے آپ کی نبوت کا یقین ہوگا۔ (سعیدی)

۷ ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سے نبی بننے کی فکر میں ہوتے۔ اپنے متعلق یہ سوچ رہے ہوتے کہ مجھ جیسے آدمی کو نبی ہونا چاہئے اور اس انتظار میں مراقبہ کر کے اپنے ذہن پر زور ڈال رہے

ہوتے کہ کب کوئی فرشتہ آتا ہے اور میرے پاس پیغام لاتا ہے تو غار حرا والا معاملہ پیش آتے ہی آپ خوشی سے اچھل پڑتے اور بڑے دم دعوے کے ساتھ پہاڑ سے اتر کر سیدھے اپنی قوم کے سامنے پہنچتے اور اپنی نبوت کا اعلان کر دیتے لیکن اس کے برعکس یہاں حالت یہ ہے کہ جو کچھ دیکھا تھا اس پر ششدر رہ جاتے ہیں، ذرا دل ٹھہرتا ہے تو بیوی کو چپکے سے بتاتے ہیں کہ غار حرا کی تنہائی میں مجھ پر یہ حادثہ گزرا ہے۔ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔ مجھے اپنی جان کی خیر نظر نہیں آتی۔ یہ کیفیت نبوت کے کسی امیدوار سے کس قدر مختلف ہے۔

پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے۔ اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہ نے دیا۔ وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی۔ چلو اب پیری کی دکان چمکاؤ۔ میں بھی نذرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں (سیرت سرور عالم جلد ۲ صفحہ ۱۳۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملنے کا پہلے سے علم تھا یا نہیں یہ تو الگ بحث ہے لیکن مودودی صاحب کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت پیری کی دکان چمکانے اور نذرانے سنبھالنے سے زیادہ مقام نہیں رکھتی۔ (سعیدی)

۸ ۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہرحال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا

ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۱۶)

۹ - حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن الاشتر اور محمد بن ابوبکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے۔

قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۴۶)۔

۱۰ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرما لیا کہ مودودی صاحب کو ان تمام نفوس قدسیہ میں خامیاں اور غلطیاں نظر آتی ہیں۔ اب یہ بھی دیکھ لیجئے کہ خود اپنی ذات کے بارے میں ان کا کیسا نظریہ ہے۔ "خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور کہا کرتا ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے تول تول کر کہا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلاف حق نہیں کہا (رسائل مسائل حصہ اول صفحہ ۳۰ طبع اول)

۱۱ - جماعت اسلامی کل پاکستان چار روزہ کانفرنس ۲۵ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۳ء

مودودی صاحب نے اپنی جماعت کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

میں اپنے مخلص بھائیوں کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے مجھے کسی مدافعت کی حاجت نہیں۔ میں کہیں خلاء میں سے یکایک نہیں آگیا ہوں اس سرزمین میں سالہاسال سے کام کر رہا ہوں۔ میرے کام سے لاکھوں آدمی براہ راست واقف ہیں۔ میری تحریریں صرف اسی ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے اچھے خاصے حصے میں پھیلی ہوئی ہیں اور میرے رب کی مجھ پر یہ عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ رکھا ہے۔ (روز نامہ مشرق لاہور ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۳ء)۔

یہ ہے جماعت اسلامی کی تحریک کا خلاصہ کہ صرف اللہ تعالیٰ اور مودودی صاحب ہی خامیوں اور غلطیوں سے محفوظ ہیں۔ بعد کے لوگوں کی تو ان کی نظر میں وقعت ہی کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

"آئندہ صفحات میں علماء دیوبند کی وہ گستاخانہ عبارات پیش کی جاتی ہیں جن پر عرب و عجم کے علماء نے فتویٰ کفر صادر کیا ہے۔ ملاحظہ فرما کر حق و باطل میں امتیاز کیجئے اور اپنی عاقبت کی فکر کیجئے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین"

دیو بندیوں کا مذہب: غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ لکھتے ہیں:

" دیوبندی حضرات کے مقتداو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے

شاگرد مولوی حسین علی صاحب ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی اور ان کے شاگرد بعض دیگر علمائے دیوبند کے نزدیک اللہ کو اپنے بندوں کے کاموں کا علم پہلے سے نہیں ہوتا بلکہ بندوں کے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو ان کے کاموں کا علم ہوتا ہے۔ دیکھئے مولوی حسین علی صاحب اپنی تفسیر **"بلغة الحيران"** مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور۔ بار اول صفحہ ۱۵۷ - ۱۵۸ پر۔ ارقام فرماتے ہیں۔ اور انسان خود مختار ہے۔ اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو پہلے سے کوئی بھی علم نہیں ہوتا کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہو گا اور آیات قرآنی جیسا کہ ولیعلم الذی وغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں"

نوٹ (الف) : اسی تفسیر کے صفحہ ۴ پر آخری سطر یہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ تقریریں جو آگے آتی ہیں حضرت صاحب (مولوی حسین علی) نے غلام خان سے قلم بند کروائی ہیں اور بذات خود ان پر نظر فرمائی ہے۔"

(ب) اس مقام پر یہ کہنا بھی غلط اور مضحکہ خیز ہے کہ اس عبارت میں مولوی حسین علی نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا بلکہ معتزلہ کا مذہب نقل کیا ہے۔ اس لئے کہ جب مولوی صاحب مذکور نے قرآن و حدیث کو اس مذہب پر منطبق مانا تو اس کی حقانیت کو تسلیم کر لیا خواہ وہ کسی کا بھی مذہب ہو۔ قرآن و حدیث جس پر منطبق ہے اس کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔

اہلسنت کا مذہب : اہلسنت کے نزدیک علم الٰہی کا منکر خارج از سلام ہے۔ (دیکھئے شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۱) مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ شَيْئًا قَبْلَ وُقُوْعِهَا فَهُوَ كَافِرٌ وَاِنْ عُدَّ قَائِلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ ۔

(ترجمہ) جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی چیز کو اس کے واقع ہونے سے پہلے نہیں جانتا وہ کافر ہے۔ اگرچہ اس کا قائل اہل بدعت سے شمار کیا گیا ہو۔

آیہ کریمہ۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اور اس قسم کی دیگر آیات و احادیث میں مجاہدین و غیر مجاہدین اور مومنین و منافقین کا امتیاز باہمی مراد ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین کو مومنین سے اور غیر مجاہدین کو مجاہدین سے ابھی تک جدا نہیں کیا۔ آئندہ (علم الٰہی کے مطابق) انہیں الگ کر دیا جائے گا یہاں وہ "علم" "تمیز" مراد ہے۔ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ بمنزلۃ "فَلَيُمَيِّزَ اللّٰهُ" کے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ میں خبیث کا طیب سے جدا ہونا منصوص ہے۔ ایسی ہی ان آیات میں (جنہیں مولوی حسین علی نے نفی علم الٰہی کی دلیل سمجھا ہے) مومنین و منافقین اور مجاہدین و غیر مجاہدین کا ایک دوسرے سے الگ ہونا مذکور ہے (دیکھئے بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۰۳) "فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ عِلْمَ اللّٰهِ ذٰلِكَ اِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلْيُمَيِّزَ اللّٰهُ لِقَوْلِهٖ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ .... اِنْتَهٰى"

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ خدائے علیم و خبیر کو ان کا علم نہیں اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو جانتا ہے۔

علم الٰہی کے بارے میں دیوبندی عقیدہ

(دیکھئے راہ و رسم منزلہا مطبوعہ گیلانی پبلشر گولڑہ شریف)

حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی لکھتے ہیں۔ انبیاء، اولیاء کے علم کا تو مذکور ہی کیا جبکہ ایک دیوبندی عالم دین خدا کے علم کے بارے میں لکھتے

ہیں :

" اور انسان خود مختار ہے، اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے اس سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے، بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔"

اگر مولانا کے ارشاد کے مطابق یہ عقیدہ اختیار کر لیا جائے کہ انسان کے عمل کرنے سے پہلے خدا کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کرے گا یا کیا کرنے والا ہے، بلکہ جب وہ کوئی کام کر چکتا ہے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے تو پھر دن رات کی یہ رٹ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں، کیا معنی رکھتی ہے؟ انسان کے عمل سے پہلے اس کا عمل پردۂ خفا یعنی غیب میں ہوتا ہے؟ اگر غیب سے نہیں تو کیسے کہتے ہیں؟ اگر پردۂ خفا میں ہونے کے وقت بھی خدا کو اس عمل کا علم نہیں تو پھر علام الغیوب کے کیا معنی ہوں گے؟ اور جب عمل صادر ہو جائے تو انسان اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ یعنی انسانوں کو بھی کسی انسان کے عمل کا علم اس کے صادر ہو جانے کے بعد ہوتا ہے اور نعوذباللہ اگر خدا کو بھی انسانی اعمال کا علم ان کے صدور کے بعد ہی ہو تو آپ ہی فرمایئے کہ پھر خدا اور انسان کے علم میں کیا فرق رہا؟ اور پھر علم الٰہی کے بارے میں ان ارشادات الٰہیہ کی تفسیر کیا ہو گی؟

"إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ" (القرآن ۵۹ - ۱۸)

"وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ" (القرآن ۵ - ۹۹)

"يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ" (القرآن ۶ - ۳)

"إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" (القرآن ۳۵ - ۳۸)

"إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ" (القرآن ۳۵ - ۳۸)

"وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ" (القرآن ۳ - ۱۶۷)

"وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" (القرآن ۳۱ - ۳۴)

"وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ" (القرآن ۹ - ۷۸)

"وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ" (القرآن ۶ - ۵۹)

"وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ" (القرآن ۵۰ - ۱۶)

"إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ" (القرآن ۳۵ - ۸)

"يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ" (القرآن ۲ - ۷۷)

"إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ" (القرآن ۸ - ۴۳)

حالانکہ اگر قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو ایسی بے شمار آیات ملیں گی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام موجودات پر محیط ہے اور کوئی شئی کسی آن اس کے علم سے باہر نہیں۔

اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔

آیت مذکورہ میں جن پانچ امور کا ذکر کیا گیا ہے، انہیں امور خمسہ اور مفاتح الغیب کہا جاتا ہے، جن کا علم خدا کے ساتھ مختص ہے۔ ہاں اگر وہ ان میں سے کسی بات کا علم اپنے کسی نبی یا ولی کو بطور معجزہ و کرامت عطا فرما دے تو یہ اس اختصاص کے ہرگز منافی نہیں۔ اس لئے کہ کثیر آیات و احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

چونکہ مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ بندے کے کسی عمل کا علم اس کے صادر ہونے کے بعد ہوتا ہے، پہلے نہیں۔ اس لئے ہم آیت محولہ بالا سے صرف ایک جملہ پیش کرتے ہیں اور یہ پوچھتے ہیں کہ اگر موصوف کی بات مان

ی جائے اور علم باری تعالیٰ کے متعلق وہی عقیدہ رکھا جائے جو انہوں نے بیان کیا تو پھر وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا" کے معنی کیا ہوں گے؟ کیونکہ اس میں تو یہ بیان کیا جارہا ہے کہ کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا؟ یعنی اسے کوئی انسان نہیں جانتا، مگر اللہ جانتا ہے کہ وہ کل کیا کرنے یا کمانے والا ہے۔ اس جملے میں خدا نے انسان کے علم کی نفی فرمائی اور اپنے علم کو ثابت فرمایا ہے۔ عربی میں غدا" آئندہ کل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جو لمحہ ہنوز حال میں داخل نہیں، وہ مستقبل میں شمار ہے۔ چونکہ غدا" بھی مستقبل کے ضمن میں آتا ہے، لہٰذا جو لمحہ حدود حال سے ہنوز وراء ہے اسے مستقبل ہی میں شمار کرنا پڑے گا۔ خواہ وہ مستقبل قریب ہو یا بعید۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ آیت کے اس جملے میں یہ اعلان فرما رہا ہے کہ آنے والے لمحے کا علم اگر کسی کو ہے تو وہ صرف میری ذات ہے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جب انسان عمل کر چکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آئندہ کل کے امور کا علم صرف مجھے ہے۔ اب ہم خدا کی بات مانیں یا مولوی صاحب کی۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں جن امور خمسہ کا بیان ہوا ہے ان سب کا تعلق حال اور ماضی کی نسبت مستقبل سے زیادہ ہے اور مولوی صاحب خدا کے علم مستقبل سے انکار کر رہے ہیں، کیونکہ ان کے بقول جب خدا کو عمل کے بعد اس کا علم ہوتا ہے تو اس صورت میں عمل ماضی کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے اور خدا انسان کے لئے اس کے مستقبل کے علم کی نفی فرما رہا ہے اور اس کے علم کو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص فرما رہا ہے۔ پھر آیت کا آخری جملہ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ تو اس بات پر بدرجۂ اتم شاہد ہے، یعنی مذکورہ امور خمسہ کا علم اور ان کی اطلاع صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے۔

قارئین کرام! آیت مذکورہ پر غور کرنے اور ہمارے تبصرہ کو سمجھنے کے بعد مولوی صاحب کے علم خداوندی سے متعلق بیان فرمودہ عقیدے پر غور کر سکتے ہیں کہ آیا وہ نص قرآن کے مطابق ہے یا مخالف۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کیا تشریح فرمائی ہے اور مولوی صاحب نے کیسی بے پر کی اڑا دی، مگر اب کس کی مجال کہ ان سے الجھ سکے۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد؟

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ان علماء کا یہ حسن سلوک صرف انبیاء و اولیاء کے ساتھ ہی مختص ہے، مگر اب جاکر یہ عقدہ حل ہوا۔

تمہاری زلف بڑی صاحب تصرف ہے
کہ پیچ کے آپ سے پروردگار تک نہ رہا

یعنی امت میں ایسے افراد بھی ہیں، جو ایک طرف تو اپنے خالق کے عالم غیب ہونے کے قائل ہونے کے ساتھ مسئلہ علم غیب پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر دوسری طرف وہ اسی لامحدود کو محدود ثابت کرنے کے درپے نظر آتے ہیں۔ اگر اس کے لامحدود علم کو زمان و مکان کی قیود میں جکڑ دینا ہی تبلیغ دین اور موحدین کا طرہ امتیاز ہے تو مولانا کو اپنی تحقیق مبارک ہو، ہم تو قرآن و سنت اور احادیث و اجماع امت کے قائل ہیں، جس کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے۔ یعنی ہر شے کے پیدا ہونے سے قبل اسے ازل ہی میں اس کے حرکات و سکنات، اطوار و اعمال کا علم ہے لہٰذا موصوف کی محولہ بالا عبارت کے ظاہر پر نظر کرنے سے قارئین خود بھی یہ

فیصلہ کر سکتے ہیں اور اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کا عقیدہ کہاں تک درست ہے۔

دیو بندیوں کا مذہب : علماء دیوبند مولوی اسماعیل کی تقلید میں اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ القاء کر سکتا ہے۔

۱ - (دیکھئے "یک روز" صفحہ ۱۷ - ۱۸ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان، مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی)

۲ - "الجہد المقل" صفحہ ۴۱ - ۴۲، مطبوعہ مکتبہ بلالی ساڈھوں مصنفہ مولوی محمود الحسن دیوبندی (بحوالہ دعوت فکر صفحہ ۵۸ مطبوعہ مکتبہ الحبیب کوٹلی پیر عبدالرحمٰن لاہور)

اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب بندہ جھوٹی بات پہ قدرت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی یہ قدرت حاصل ہونی چاہئے، ورنہ بندہ کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔

حالانکہ تمام امت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ کذب، نقص اور عیب ہے، جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور عیب اور نقص کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے، جبکہ بندہ کے لئے نقص اور عیب محال نہیں۔

امتناع کذب

"لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" اللہ ہی کے لئے ہے زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ آیت محولہ بالا کی

تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔ "صادق کو ثواب دینے اور کاذب کو عذاب دینے پر بھی۔"

مسئلہ قدرت ممکنات سے متعلق ہوتی ہے نہ کہ واجبات اور محالات سے تو معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر امر ممکن الوجود پر قادر ہے۔ (جمل)

مسئلہ کذب وغیرہ عیوب و قبائح۔ اللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ کے لئے محال ہیں ان کو تحت قدرت بنانا اور اس آیت سے سند لانا غلط اور باطل ہے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر ج ۴۔ ۱۳۴ پر فرماتے ہیں۔

اَلْكَذِبُ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَى اللّٰهِ مُحَالٌ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

"وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا" اس آیت میں استفہام انکاری ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے۔ یعنی نہ تو جھوٹ بولتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔ پس صدق میں نہ کوئی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ہے اور نہ اس کے برابر ہے۔

اس مذکورہ بالا آیت کے تحت علامہ نسفی، علامہ بیضاوی، علامہ خازن، صاحب روح البیان سب حضرات نے لکھا ہے کہ جھوٹ نقص ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

(حاشیہ) ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۳ - لکھتے ہیں وَالْكَذِبُ عَلَيْهِ مُحَالٌ کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی صفحہ ۲۰۱ پر ہے اَلْكَذِبُ فِيْ كَلَامِهٖ تَعَالٰى بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب بالاجماع باطل ہے۔

سامرہ میں ابن ہمام فرماتے ہیں (سامرہ صفحہ ۳ ' ۴) یَسْتَحِیْلُ عَلَیْہِ صِفَاتُ النَّقْصِ کَالْجَھْلِ وَ الْکَذِبِ اللہ تعالیٰ پر صفات نقص محال ہیں۔ مثلاً جہل اور کذب۔

نیز اس صفحہ ۲۱۹ پر ہے وَاعْلَمْ اَنَّ اَھْلَ الْمِلَلِ اَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ الْکَذِبَ مِنَ اللہِ سُبْحَانَہٗ مُحَالٌ جان لو کہ تمام اہل مذاہب کا اس امر پر اجماع ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا کذب محال ہے۔

دیو بندیوں کا مذہب : دیوبندیوں کے مقتداء مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان صفحہ ۸ مطبوعہ دیوبند پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی ہی کیا۔

تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کل محال ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے لئے بعض علم کا ثابت ہونا تسلیم ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بعض علوم مان کر ان علوم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو پاگلوں، بچوں، حیوانوں اور چوپایوں کے علم کے ساتھ تشبیہ دینا کس مسلمان سے برداشت ہو سکتا ہے۔

جبکہ کوئی غیرت مند انسان اپنے باپ جیسے بزرگوں کے لئے مادی جسم کے لحاظ سے بھی حیوانوں اور چوپایوں کے ساتھ تشبیہ کو گوارا نہیں کر سکتا۔ چہ

جائیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ان کے روحانی کمال میں تشبیہ گوارا کر لی جائے۔ جبکہ عرف اور محاورہ میں کسی معزز شخصیت کو حقیر چیزوں کے ساتھ اشتراک کے طور پر ذکر کرنا' معزز شخصیت کی توہین قرار پاتی ہے۔

چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مجلس میں جب یہ ذکر ہوا کہ نمازی کے آگے سے کتے' گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

"تم نے ہمیں (عورتوں کو) کتے اور گدھے کے مشابہ کر دیا' تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے مساوی کر دیا۔ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

اس واقعہ میں صرف جنس عورت کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا ہے جبکہ کسی معزز شخصیت کا ذکر تو کیا' کسی شخص کا بھی ذکر نہیں ہے مگر باوجود اس کے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس انداز بیان کو عورتوں کی توہین قرار دیا۔ (حاشیہ دعوت فکر ص ۴۴ حضرت مولانا تابش قصوری مدظلہ)

اہلسنّت کا مذہب : علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ (دیکھئے الحق المبین صفحہ ۵۱) "اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تمام کائنات سے ممتاز ہے اور اس قسم کی تشبیہ شان نبوت کی شدید ترین توہین و تنقیص ہے۔"

دیو بندیوں کا مذہب : علماء دیوبند کے نزدیک قرآن کریم میں "خاتم النبیّٖن" کے معنی آخری نبی مراد لینا عوام کا خیال ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے۔ تحذیر الناس ص ۳ مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند۔)

" عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا "خاتم

ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا۔ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے"۔

اہلسنّت کا مذہب : اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو لفظ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وارد ہوا ہے اس کے معنی منقول متواتر آخر النبیّن ہی ہیں۔ جو شخص اس کو عوام کا خیال قرار دیتا ہے وہ قرآن کریم کے معنی متواتر کا منکر ہے۔

دیو بندیوں کا مذہب : دیوبندیوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر بالفرض زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (دیکھئے تحذیر الناس کے صفحہ ۲۸ پر لکھا ہے۔)

" بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔"

اہلسنّت کا مذہب : اہلسنّت کا مذہب یہ ہے کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں فرق ضرور آئے گا جیسا کہ بفرض محال دوسرا اللہ پایا جائے تو اللہ تعالیٰ کی توحید میں ضرور فرق آئے گا۔ جو شخص اس فرق کا منکر ہے وہ نہ توحید باری کو سمجھا، نہ ہی ختم نبوت پر ایمان لایا۔ (الحق المبین ۵۳) (غزالی زمان قدس سرہ العزیز)

اس مقام پر مصنف دعوت فکر لکھتے ہیں۔ (دیکھئے صفحہ ۳۸ دعوت فکر۔)

" بعض لوگ یہاں پر لفظ " فرض " کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بات فرض کی گئی ہے جبکہ فرض تو محال کو بھی کیا جاسکتا ہے، حالانکہ وہ چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، کیونکہ فرض اگرچہ محال کو بھی کیا جاسکتا ہے، مگر محال کے فرض کرنے پر فساد اور بطلان لازم آیا کرتا ہے۔ محال کے فرض کو امکان یا صحت لازم نہیں آتی، جبکہ یہاں بعد میں پیدا ہونے والے نبی کو فرض کرنے پر کہا گیا ہے کہ کوئی خرابی لازمی نہیں آتی، کیونکہ خاتمیت میں فرق نہیں آتا"۔

نیز یہاں فرض تقدیری نہیں ہے .... بلکہ فرض تجویزی ہے۔

اس لئے انہوں نے فرض کے ساتھ لفظ تجویز بھی استعمال کیا ہے غرضیکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال کہنا (جبکہ یہی معنی قطعی ہے اور اسی پر اجماع صحابہ اور اجماع امت ہے۔)

پھر واضح طور پر تاخر زمان کے لحاظ سے آخری نبی کے معنی کو تین طرح سے نادرست ثابت کرنا اور ساتھ ہی یہ تصریح کرنا کہ خاتم النبیّن کا معنی بالذات نبی کے ہیں اور اس پر صراحتاً" بار بار یہ کہنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

یہی وہ عبارات ہیں جن کی بنیاد پر قادیانی مرزا نے اپنی نبوت کی عمارت قائم کر لی۔

دیو بندیوں کا مذہب : علماء دیوبند کے نزدیک شیطان اور ملک الموت (عزرائیل علیہ السلام) کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اور شیطان اور ملک الموت کے لئے محیط زمین وسعت علم دلیل

شرعی سے ثابت ہے اور فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس علم ثابت کرنا شرک ہے۔

(دیکھئے براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب **انبیٹھیوی** و مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوھی مطبوعہ ساڈھورہ صفحہ ۵۱)

" الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر دوعالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

اسی براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۲ پر ہے :

" **اعلیٰ علیین** میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔"

اہلسنت کا مذہب : اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں شیطان کے لئے علم محیط زمین کا ثابت کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے اس کی نفی کرنا بارگاہ رسالت کی سخت توہین ہے۔

اہلسنت کے نزدیک شیطان و ملک الموت کے محیط زمین کے علم پر قرآن و حدیث میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ جو شخص نص کا دعویٰ کرتا ہے وہ قرآن و حدیث پر نہایت ہی ناپاک بہتان باندھتا ہے۔

محقق عصر علامہ سید نصیرالدین گیلانی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں :

" راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق قرآن و حدیث میں کہیں بھی ابلیس کے علم و فضل کی کوئی صراحت یا اشارہ نہیں ملتا' بلکہ عوام کا یہ ایک خودساختہ اور بے سند مفروضہ ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔ اسی طرح طبقہ عوام میں شیطان کا معلم الملکوت ہونا بھی معروف ہے' جو بالکل بے سند ہے کوئی نص قرآنی یا نص حدیث اس جاہلانہ مفروضے کی تائید میں موجود نہیں۔" (نام و نسب باب چہارم ۱۸۹ - ۱۹۰)

قرآن و حدیث میں کوئی ایسی نص وارد نہیں ہوئی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو بلکہ قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہر چیز کا علم ثابت ہے۔ اہلسنت کا مسلک ہے کہ کسی مخلوق کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم کی کمی ثابت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں بدترین گستاخی ہے۔

(**تقویۃ الایمان** مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ ۱۰ - ۲۸ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۲)

ص ۱۰ : "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا' وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

ص ۲۸ : " جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

ص ۳۸ : " انبیاء' اولیاء ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔"

ص ۳۹ : " (حضور علیہ السلام) گنوار کی بات سن کر مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔"

ص ۴۲ : " انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کی جائے۔"

ص ۴۲ : "یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

جبکہ حدیث شریف میں وارد ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق (مشکوۃ جلد اول ۱۲۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اس انداز بیان کو کیا کہا جائے۔ ہمارا اختلاف ہی اس بات پر ہے کہ یہ حضرات حبیب خدا فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کرتے ہوئے ٹھہر کر سوچنا تو بجائے خود الفاظ کے استعمال میں اتنی رعایت بھی نہیں برتتے جتنی وہ اپنے اساتذہ کے لئے برتتے ہیں۔ اگر یہ انداز بیان گستاخانہ نہیں ہے تو پھر ہمیں گستاخی کی تعریف بھی نئی وضع کرنا پڑے گی۔

تعریف باری کا ایکطرفہ انداز

ہر دور میں رب کائنات کی حمد و ثنا ہوتی چلی آئی اور یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے انسانوں نے اپنی دانست اور عرفان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی عظمت و کبریائی کا اعتراف و اظہار کیا، کاملین صوفیا نے کائنات کی تخلیق اور مظاہر کی رنگارنگی دیکھ کر، اس کی حمد و ثنا کی۔ سائنس نے بعد تحقیق نئے نئے انکشافات ہونے پر اس کی بارگاہ میں سرنیاز خم کیا۔ الغرض ہر انسان نے اپنے اپنے شعور و احساس کے مطابق حمد و ثنا کی، مگر آج تک اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور حمد و ثناء کا یہ طرفہ انداز کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ جسے شاہ اسماعیل شہید صاحب نے اختیار کیا۔ ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"اور یقین جان لینا چاہئے کہ مخلوق کا ہر بڑا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔" اگر موصوف ذرا سوجھ بوجھ سے کام لیتے تو یہ

بھی کہہ سکتے تھے کہ ساری مخلوق ذات باری تعالیٰ کی شان کے آگے عاجز و سرنگوں ہے، یا اس قسم کے کچھ اور الفاظ استعمال کر سکتے تھے مگر نہیں صاحب! دل کی بھڑاس بھی تو آخر کوئی چیز ہے مخلوق کا ہر چھوٹا بڑا کہہ کر انہوں نے انبیاء علیہم السلام تک کو شامل کر لیا۔ یا تو وہ ان کو مستثنیٰ کر دیتے۔ شاہ صاحب اگر زندہ ہوتے تو ہم ان سے یہ بات ضرور دریافت کرتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان اور اس کی عظمت و یکتائی بیان کرنے کا یہ طریقہ انہیں کہاں سے ہاتھ آیا؟ انہیں یہ احساس تک نہ ہوا کہ مخلوق کے ہر بڑے چھوٹے میں اولیاء صالحین، شہداء، صدیقین کے علاوہ انبیاء علیہم السلام بھی تو آتے ہیں۔ کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے "چمار سے بھی نعوذباللہ زیادہ ذلیل ہیں۔"

قارئین! خود انصاف کریں کہ یہ جملہ کتنی بڑی گستاخی کا حامل ہے، کیا اسی کو تبلیغ توحید اور اشاعت دین کہا جاتا ہے؟ کیا کسی نبی یا کسی ولی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہوئے، اس کی مخلوق کو چمار سے زیادہ ذلیل کہا یا لکھا ہے؟ استغفراللہ! جن لوگوں میں بات کرنے کا شعور اور سلیقہ بھی نہ ہو، انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا سمجھنے پر فخر محسوس کرنے والے کیسے لوگ ہیں؟ اسی قسم کا ایک اور جملہ ملاحظہ ہو۔ شاہ صاحب قبلہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان بیان کرنے کے جوش میں لکھتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ کیا قرآن کریم میں انبیاء و اولیاء کی شان اس ڈھب سے بیان کی گئی ہے؟ تمہی کہو یہ انداز گفتگو کیا ہے۔ ایسے الفاظ کہنے کا حق خداوند عالم کو پہنچتا تھا، مگر اس نے انبیاء و اولیاء اور مومنین و صالحین کا ذکر خیر نہایت بلند الفاظ میں فرمایا۔ اس پر قرآن کریم شاہد ہے، لیکن کیا کیا

جائے، جو کچھ برتن میں ہو وہی باہر نکلتا ہے۔ شاہ صاحب ایک اور مقام پر یوں گل افشانی فرماتے ہیں :

" سارا کاروبار جہاں اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰۴)

ہمارا بھی اس پر ایمان ہے مگر شاہ صاحب یہ بتائیں کہ رسول منشاء و مشیت الٰہی کے خلاف کچھ اور بھی چاہ سکتا ہے ؟ جبکہ عام انسانوں کے لئے ارشاد باری ہے۔ وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (القرآن ۸۱ ـ ۲۹) جب عوام کا حال یہ ہے تو خواص اس کی مشیت کے خلاف کیسے چاہ سکتے ہیں۔

ایک اور گل افشانی ملاحظہ ہو۔ " اولیاء انبیاء، امام زادے، پیر، شہید یعنی اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ ہم ان عاقبت نااندیشوں سے گزارش کریں گے کہ زبان کا کام اچھوں کی تعریف کرنا، ان کے فضائل بیان کرنا، قرآن خوانی کے علاوہ رسالتمآب علیہ السلام پر درود بھیجنا ہے۔ اس سے حتی الوسع گالی گلوچ اور خصوصاً پاکان امت کے لئے سب و شتم جیسا فعل شنیع مناسب نہیں۔ بقول مرزا عبدالقادر بیدلؒ ۔

ستم می پرورد آغوش گل از خار پروردن
زبانے را کزو کار درود آید بہ سبؒ مکشا

(ترجمہ) پھول کی آغوش کانٹے پالنے کے سبب اپنے آپ پر ظلم کرتی ہے۔ وہ زبان جس سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود رسانی کا کام لیا جاسکتا ہے، اسے حضور ﷺ کے صحابہ، امہات المومنین، اولیاء اللہ کو گالیاں دینے اور لغویات میں نہیں کھولنا چاہئے۔ بیدلؒ کے نزدیک مسلمان کی زبان ایک

پھول کا درجہ رکھتی ہے جس کا خاصہ نرمی، لوچ، شگفتگی اور مہک ہے۔ جب تک یہ درود خوانی میں مصروف رہے تو اس کا مقام گل شگفتہ اور مہکتے ہوئے پھول کا ہے اور جب اسی زبان کو جو پھول کا درجہ رکھتی ہے، پاکان امت کے سب و شتم کے لئے کھول دیا جائے تو پھر وہ ایک ایسا پھول بن جاتی ہے جو اپنی آغوش میں سب و شتم کے کانٹے پال رہا ہو۔ سب و شتم کے یہی کانٹے انسان کے لئے کسی وقت زبان کے کانٹے بھی بن سکتے ہیں۔ جب انسان کی زبان پھول کے لوچ اور اس کی نرمی سے محروم ہو کر فطرت خارا اپنا لیتی ہے تو پھر اسے اچھے برے اور چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں رہتی، جو بھی اس کی زد میں آئے اس کے سینے میں نشتر چبھوتی اور مسلسل ڈستی رہتی ہے۔ خالق زبان پر اہل زبان کو عذاب زبان سے بچائے۔ اس لئے کہ جس طرح ہر عضو کے لئے اس کی بد عملی ایک عذاب ہے، اسی طرح زبان کے لئے عذاب پاکان امت کی بے حرمتی، گستاخی اور فحش کلامی ہوا کرتی ہے۔

وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں، سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے، نہ خدا کی سی۔" (**تقویۃ الایمان** صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ لاہور) گویا انبیاء وغیرہ شاہ صاحب کے نزدیک صرف بڑے بھائی کا درجہ رکھتے ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ مہذب اور اہل علم و دانش ایسا سلوک تو اپنے بڑے بھائی سے بھی ہرگز نہیں کیا کرتے، جو شاہ صاحب نے اپنے بڑے بھائیوں (اولیاء، انبیاء) سے کیا، ان کے دل میں بڑے بھائیوں کی جس قدر تعظیم ہے، اس کا اندازہ ان کی محولہ بالا عبارات کے لب و لہجہ، الفاظ کے استعمال اور طرز تخاطب ہی سے لگایا جاسکتا ہے۔

* محبت ایں چنیں، عاشق نوازی ایں چنیں باشد ؟

زدی، کشتی، شکستی، سوختی، انداختی، رفتی

(راہ و رسم منزل ہا صفحہ ۲۰۹ گیلانی پبلشر گولڑہ شریف)

دیو بندیوں کا مذہب: حضرات علماء دیوبند کے نزدیک نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لانا بیل اور گدھے کے تصور میں غرق ہو جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔

(دیکھئے صراط مستقیم صفحہ ۸۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

"از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرف ہمت بسوئی شیخ و امثال آں از **معظمین** گو جناب رسالتماب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است"

"زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگ کی طرف خواہ جناب رسالتمآب ہی ہوں، اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے کے برابر ہے"۔

اہلسنّت کا مذہب: اہلسنت کے مسلک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک تکمیل نماز کا موقوف علیہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت کریمہ کو دل میں حاضر کرنا مقصد عبادت کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ عظمیٰ ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لانے کو گائے بیل کے تصور میں غرق ہو جانے سے بدتر کہنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ توہین شدید ہے جس کے تصور سے مومن کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اہلسنت ایسا کہنے والے کو جہنمی اور ملعون تصور کرتے ہیں۔

دیو بندیوں کا مذہب: مولوی اسمٰعیل دہلوی نے **تقویۃ الایمان**

مطبوع لاہور صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے:

"اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس سے نہ ڈر"

اہلسنّت کا مذہب: اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ ماننا یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ صرف اللہ پر ایمان لانا چاہئے اور کسی پر ایمان لانا جائز نہیں، کفر خالص ہے۔ دیکھئے تمام امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جب تک اللہ، ملائکہ، آسمانی کتابوں، اللہ کے تمام رسولوں، یوم آخرت اور خیر و شر کے منجانب اللہ مقدر ہونے اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان نہ لائے اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔

دیو بندیوں کا مذہب: علماء دیوبند انبیاء علیہم السلام کو اپنی امت کا سردار کن معنوں میں مانتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو **تقویۃ الایمان** صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے۔)

"جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار، سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔"

اہلسنّت کا مذہب: اہلسنت کا مسلک یہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی امت پر وہ سرداری حاصل ہے جو کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا توہین رسالت ہے۔

دیو بندیوں کا مذہب: کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیح ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا چندہ سبیل اور شربت میں دینا سب نادرست اور تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔

اہلسنّت کا مذہب: اہلسنت کے مسلک میں روایات صحیحہ کے ساتھ محرم

وغیرہ میں حضرت حسنین علیہما السلام کا ذکر شہادت باعث رحمت و برکت ہے۔ اسی طرح شہداء کرام کو ایصال ثواب کے لئے شربت دودھ وغیرہ پلانا سب جائز اور مستحسن ہے۔

تشبیہ بالروافض کی آڑ لے کر ان امور مستحسنہ کو ناجائز و حرام کہنا مسلمانوں کو حصول خیروبرکت سے محروم رکھنا ہے۔

دیو بندیوں کا مذہب : اکابر علماء دیوبند کے مذہب میں ہندوؤں کے سودی روپے سے جو پانی پیاؤ (سبیل) لگائی جائے اس کا پانی پینا مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۴ پر ہے۔)

(سوال) ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں۔ سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں ؟

(الجواب) اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم، رشید احمد گنگوھی دیوبندی حضرات کے مسلک میں ہندوؤں کی ہولی اور دیوالی کی پوریاں وغیرہ کھانا مسلمانوں کے لئے حلال طیب ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۲۳ پر مرقوم ہے۔)

مسئلہ : ہندو تہوار، ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد یا حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔

(الجواب) درست ہے فقط۔

اہلسنّت کا مذہب : اہلسنت کے نزدیک یہ امر اہل بیت اطہار خصوصاً سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ عداوت قلبی کی بین دلیل ہے کہ امام

حسین علیہ السلام کی فاتحہ کے شربت کو تشبیہ بالروافض کی آڑ لے کر حرام کہا جائے اور اس کے بالمقابل تشبیہ بالہنود سے آنکھیں بند کر کے ہندوؤں کے مشرکانہ تہوار ہولی، دیوالی کی پوری کچوری کو جائز و حلال قرار دیا جائے۔ نیز اہلسنت اس بات کو اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدترین دشمنی تصور کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کو ایصال ثواب کے لئے لگائی ہوئی سبیل کے پانی کو ناجائز سمجھا جائے اور اس کے مقابلہ میں ہندوؤں کے سودی روپے سے لگائے ہوئے پیاؤ کا پانی حلال طیب جائز اور پاک مانا جائے۔ مقام تعجب ہے کہ تشبیہ بالروافض تو ملحوظ رہے اور تشبیہ بالکفار والمشرکین بالکل نظرانداز کر دیا جائے۔ اہل انصاف غور فرمائیں کہ یہ عداوت حسین نہیں تو کیا ہے؟ (العیاذ باللہ)

دیو بندیوں کا مذہب : علماء دیوبند کے پیشوایان کرام کے مذہب میں زاغ معروفہ (مشہور کوا جو عام پایا جاتا ہے) کھانا ثواب ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۳۰ کو دیکھئے۔

مسئلہ : جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہیں تو ایسی جگہ اس کوا کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہو گا یا نہیں؟ ثواب ہو گا نہ عذاب۔

(الجواب) ثواب ہوگا فقط رشید احمد

اہلسنّت کا مذہب : اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ پاک غذا پاک لوگوں کے لئے ہے اور خبیث و ناپاک غذا خبیثوں اور ناپاکوں کے لئے ہے۔ زاغ معروف (مشہور کوا) حرام اور خبیث ہے جس کا کھانا مومنین **طیبین** کے لئے جائز نہیں۔ کوا کھانے والے حرام خور اور عذاب آخرت کے سزاوار ہیں۔ (**الحق المبین** غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ)

گستاخ رسول کی سزا

مرتد کا لغوی معنی

ردۃ کا لغت میں معنی ہے کسی چیز کا دوسری چیز کی طرف لوٹنا۔ یہ کفر کی بدترین قسم ہے اور اس کا حکم سب سے زیادہ سخت ہے۔

سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس میں لکھتے ہیں ص ۳۰ ج ا۔ "ردت" ارتداد کا اسم ہے۔ "ارتد" کا معنی ہے تحول یعنی پھر گیا۔ اسی لفظ سے اسلام سے مرتد ہونا بنا ہے۔ کسی کو مرتد اس وقت کہتے ہیں جب وہ اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے۔

مرتد کا اصطلاحی معنی!

اصطلاح شرح میں مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرے خواہ اس کا کفر کو اختیار کرنا نیت سے ہو یا کسی کفریہ فعل یا کفریہ قول سے ہو اور عام ازیں کہ اس کا یہ قول استہزاء ہو یا عناداً" ہو یا اعتقاداً"۔

اس تعریف کے اعتبار سے جو شخص وجود باری تعالیٰ کا انکار کرے یا رسولوں کی نفی کرے یا کسی رسول کی تکذیب کرے۔ مثلاً محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے یا آپ کی بعثت کے بعد کسی اور اصلی یا ظلی، حقیقی یا امتی نبی کی پیدائش کو جائز اور واقع مان کر آپ کی ختم نبوت کا

انکار کرے یا آپ کے بعد کسی مدعی نبوت کو مسلمان مانے ایسے تمام اشخاص مرتد ہیں۔ اسی طرح جو شخص حرام قطعی مثلاً شراب (خمر) نوشی، قتل، چوری اور ڈاکے وغیرہ کو حلال جانے وہ مرتد ہے۔ جو چیز اجماعاً" حلال ہے اس کا انکار بھی ارتداد ہے۔ مثلاً کوئی شخص بیع اور نکاح کے حلال ہونے کا انکار کرے۔ اسی طرح بغیر دلیل شرعی کے محض اپنی رائے سے کسی چیز کو فرض قطعی قرار دینا بھی ارتداد ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز میں کسی رکعت کا اضافہ کر کے اس کو فرض قرار دے یا کہے کہ دن میں چھ نمازیں فرض ہیں یا شوال کے روزے فرض ہیں۔ اس بحث کو وسیع تناظر میں جاننے کے لئے حسب ذیل اصطلاحات کو سمجھ لینا چاہیے۔

مرتد

وہ مکلف شخص ہے جو اپنے اختیار سے اسلام سے پھر جائے یا وہ کفر کی تصریح کرے یا کوئی ایسا لفظ بولے جو کفر کو مستلزم ہو۔ (کھلے بندوں کفر کرے) اور اس پر مطلع ہونے کے بعد ڈٹ جائے یا کوئی کفریہ فعل کرے۔ کفریہ فعل کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید یا حدیث نبوی ﷺ کو (العیاذباللہ) گندگی میں پھینک دے یا مثلاً بت یا سورج کو سجدہ کرے۔

زندیق

وہ شخص ہے جو کسی دین کو نہ مانتا ہو یعنی سیکولر ہو۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۲ مطبوعہ سکھر بحوالہ شرح مسلم شریف علامہ غلام رسول سعیدی صاحب)

منافق

جو شخص بظاہر مسلمان اور بباطن کافر ہو، اس کا پتہ اس طرح چلے گا کہ

وہ اپنے کفر پر اپنے کسی معتمد کو مطلع کر دے۔

ساحر

جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ شیاطین اس کے تابع ہیں اور وہ ان سے جو کام چاہے لے سکتا ہے۔

سحر کا اجسام میں اثر ہوتا ہے البتہ نظر بندی کرنا لوگوں کے ذہنوں میں خیال آفرینی کرنا اور ہپناٹائز کرنا سحر نہیں ہے۔

کاہن

جو شخص جنات کا کلام سن کر اس میں کچھ اپنے پاس سے باتیں ملا کر اٹکل پچو سے لوگوں کو غیب کی باتیں بتائے۔

گستاخ

جو شخص اللہ تعالیٰ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور نبی، رسول یا رسل ملائکہ میں سے کسی رسول کی گستاخی کرے بایں طور کہ ان کی شان میں دانستہ کوئی ایسا کلمہ بولے جو لغت اور عرف میں گستاخی گردانا جاتا ہو۔

ارتداد کی شرائط

ارتداد کی تحقیق کے لئے پہلی شرط عقل ہے۔ اس لئے پاگل اور ناسمجھ بچہ پر مرتد کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے اور جو شخص نشہ میں از خود رفتہ ہو فقہاء احناف کے نزدیک اس پر بھی ارتداد کا حکم استحساناً" صحیح نہیں ہے کیونکہ ارتداد کا تعلق قصد اور اعتقاد کے ساتھ ہے اور جس شخص کی نشہ کی وجہ سے عقل زائل ہو چکی ہو اس پر اس حال میں ارتداد کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ

اس شخص کی طرح ہے جو نیند میں ہو اور نیز وہ غیر مکلف ہے۔ پس مجنون کی طرح اس پر بھی مرتد کا حکم عائد کرنا صحیح نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۷ - ص ۱۳۴ (الدر المختار ج ۳ - ص ۳۱۱)۔

مرتد کے حکم میں فقہاء اسلام کے مذاہب

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔ اور تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مرتد واجب القتل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی المرتضیٰ، حضرت معاذ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرھم سے مرتد کو قتل کرنے کا حکم مروی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا گیا۔ پس اس پر اجماع ہو گیا۔

قتل مرتد کا قرآن مجید سے ثبوت

"قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ" (سورۂ فتح ۱۶) عنقریب تم ایک ایسی قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت جنگجو ہو گی۔ تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

اس آیت میں جس قوم کی طرف جنگ کی دعوت دی جانے کی خبر دی گئی ہے، علامہ آلوسی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ ابن منذر، طبرانی اور زہری کی روایت کے مطابق یہ مسلیمہ کذاب کی قوم اہل یمامہ اور بنوحنیفہ ہیں، اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہی نظریہ ہے اگرچہ اس میں دیگر اقوال بھی ہیں۔ نیز علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اس جنگجو قوم سے

تم قتال کرتے رہو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید نے ایک قوم کے لئے صرف دو راستے رکھے ہیں۔ قتل یا قبول اسلام اور وہ قوم جس کے لئے یہ سخت حکم نازل ہوا ہے عقلاً" اور نقلاً" مرتد ہی ہو سکتی ہے عقلاً" اس لئے کہ مرتد سے زیادہ سنگین جرم اور کسی فرد یا قوم کا نہیں ہے اس لئے یہ سخت حکم بھی اسی کا ہونا چاہئے اور نقلاً" اس لئے کہ علامہ آلوسی کی نقل کردہ روایات سے ثابت ہے کہ اس قوم سے مراد بنوحنیفہ کے مرتدین ہیں۔

قتل مرتد کے ثبوت میں احادیث'

آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اقوال تابعین

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳)۔

" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔"

امام مالک روایت کرتے ہیں۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَيَّرَ دِيْنَهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ (موطا امام مالک ص ۶۴۱)

" حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کی

گردن اڑا دو۔"

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ يُسْتَتَابُ الْمُرْتَدُّ ثَلَاثًا فَاِنْ تَابَ تُرِكَ وَاِنْ اَبٰى قُتِلَ (المصنف لعبدالرزاق متوفی ۲۱۱ ھ ج ۱۰ ص ۱۳۸)

" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرتد سے توبہ کے لئے تین بار کہا جائے گا اگر وہ توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاِنْ اَبٰى ضُرِبَتْ عُنُقُهٗ (المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۸)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ (مرتد کو) تین بار اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی گردن مار دی جائے۔

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ عَطَاءٌ فِي الْاِنْسَانِ يَكْفُرُ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَبٰى قُتِلَ (المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹)

" ابن جریج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ جو انسان اسلام کے بعد کفر کرے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

کیا مرتد کو قتل کرنا آزادی فکر کے خلاف ہے؟

بعض مخالفین اسلام اور مستشرقین قتلِ مرتد کے حکم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حکم آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فکر کو علی الاطلاق اور بے لگام نہیں چھوڑا مثلاً اگر کسی شخص کا یہ نظریہ ہو کہ زنا کرنا اور چوری کرنا درست ہے تو کیا اس کو مسلمانوں کی

لڑکیوں سے بدکاری اور مسلمانوں کے اموال چرانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟

اور اگر کسی کا یہ نظریہ ہو کہ قتل کرنا درست ہے تو اس کو قتل کرنے کے لئے بے مہار چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اگر ان اخلاقی مجرموں کو سزا دی جائے تو کیا یہ آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہو گا؟

تمام دنیا کے ملکوں میں یہ قاعدہ ہے اگر کوئی شخص حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرے اور حکومت کو الٹنے اور انقلاب کے پروگرام بنائے تو ایسے شخص کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے پھر کیا ایسے شخص کو موت کی سزا دینا آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف نہیں ہے؟ جبکہ تمام دنیا میں باغیوں اور ملک کے غداروں کو موت کی سزا دی جاتی ہے اور جب ملک کے غدار کو موت کی سزا دینا حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف نہیں ہے تو دین کے غدار کو موت کی سزا دینا کیونکر آزادی رائے کے خلاف ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں انصاف اور امن کے لئے آزادی رائے اور حریت فکر کو بے لگام اور بے مہار نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ورنہ کسی کی جان' مال' عزت اور آبرو کا کوئی تحفظ نہیں ہو گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ فکر اور اعتقاد کے لئے حدود اور قیود مقرر کی جائیں اور ان حدود کا تقرر یا عقل محض سے ہو گا یا وحی الٰہی سے' اگر ان حدود کا تقرر عقل محض سے کیا جائے تو ان حدود میں غلطی' خطاء' ظلم اور جور کا امکان ہے۔

اس لئے ان حدود اور قیود میں وحی پر اعتماد کرنا ہو گا اور یہ وحی الٰہی ہے جس نے مرتد کی سزا قتل کرنا بیان کی ہے جیسا کہ ہم قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ و تابعین سے واضح کر چکے ہیں۔

بعض مستشرقین کہتے ہیں کہ مرتد کو سزا دینا خود قرآن مجید کے خلاف

ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ (سورۃ البقرہ ۲۵۶)
"دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کافر اصلی کے متعلق ہے یعنی جو ابتداء" کافر ہو' مرتد کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے۔

"لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ ○ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ' فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا" (سورۃ البقرۃ ۲۵۶)

(ترجمہ) دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے' ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے جو شخص شیطان کے حکم کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اس نے ایسا مضبوط دستہ تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ اور کافر اصلی کے مقابلہ میں شریعت نے مرتد کے متعلق زیادہ سخت احکام دیئے ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔



گستاخ رسول

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی روشنی میں

از علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی

پچھلے دنوں ٹاؤن شپ لاہور کے ایک غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم سلفی نے افضل ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اگر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا جائے تو یہ شرک ہو گا۔ (نقل کفر۔ کفر نباشد) پھر مزید وضاحت کی کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے "دودھ کے بھرے ہوئے برتن میں پیشاب کا قطرہ ڈال دیا جائے۔" (معاذاللہ) اس تقریر پر مقامی لوگوں نے احتجاج کیا۔ مظاہرے کئے اور مولوی مذکور کے خلاف تھانے میں ایف آئی آر درج کرائی۔ دوسری طرف ان لوگوں نے اس شخص کے خلاف علماء کرام سے رجوع کیا جنہوں نے واضح فتوے لکھے کہ یہ شخص مرتد ہے اور مرتد واجب القتل ہے۔ اس فتویٰ نویسی میں سنی' دیوبندی' وہابی اور شیعہ علماء متفق تھے۔

ڈپٹی کمشنر لاہور نے مختلف مکاتیب فکر کے علماء کرام کو اس مسئلہ میں اظہار رائے کے لئے دعوت دی چونکہ مولوی ابراہیم سلفی نے اپنے کفریہ کلمات سے انکار کر دیا تھا لہٰذا بعض علماء نے فیصلہ دیا کہ یہ انکار توبہ کے مترادف ہے اسے کچھ نہ کہا جائے۔ اس فیصلہ پر علامہ محمود احمد رضوی صاحب نے نہ اتفاق کیا اور نہ فیصلے پر دستخط کئے بلکہ اجلاس ہی میں سے اٹھ کر چلے گئے۔

حضرت علامہ نے ایک مضمون بعنوان "گستاخ رسول پر فاضل بریلوی کا تجزیہ" تحریر فرمایا جو ماہنامہ "جہان رضا لاہور" کے شمارہ نمبر ۱۴ جلد ۱ ماہ ستمبر ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا یہاں وہ مضمون قارئین کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

سورۃ التوبہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۔ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (پ ۱۰ ۔ ع ۱۶ سورۃ التوبہ)

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔"

ابن جریر' طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے' ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں؟ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بے شک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ

مسلمانی کا مدعی، کروڑ بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے۔ (از تمہید ایمان)

غور کیجئے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وہ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اللہ تعالیٰ نے ان کے "حلفیہ انکار" کو توبہ قرار نہیں دیا اور فرمایا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَةَ الْکُفْرِ وَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ بیشک وہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

۱ ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے افراد کے "حلفیہ انکار" کو توبہ نہیں قرار دیا۔

۲ ۔ توہین رسول سے "حلفیہ انکار" کے بعد بھی انہیں کافر قرار دیا۔

۳ ۔ توہین رسول سے "حلفیہ انکار" کے بعد بھی انہیں توبہ کرنے کی تلقین فرمائی فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّھُمْ (سورۃ توبہ) اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے۔

۴ ۔ تو اگر توہین رسول سے "حلفیہ انکار" ان کی توبہ قرار پاتی تو پھر ان کو توبہ کی تلقین نہ کی جاتی۔

اس آیت اور اس کے شان نزول سے واضح ہوا کہ اگر کوئی بدبخت... انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرے اور گواہان معتبر سے ثابت ہو جائے کہ اس نے رسول کی شان میں گستاخی کی ہے اس کے بعد وہ انکار کرے تو محض اس کا انکار توبہ نہیں قرار پائے گا۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم علیہ الرحمتہ کا یہ ارشاد کہ اگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا بعد ثبوت انکار کرے فَلَا یُفِیْدُہُ الْاِنْکَارُ مَعَ الْبَیِّنَةِ تو اس کا انکار باوجود گواہ کے فائدہ نہ دے گا۔ (بحرالرائق ج ۵ ۔ ص ۱۲۵)

"سورۃ توبہ کی مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں بھی حق و صواب ہے اور سیدنا سراج امت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کا موقف آیت قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتا اور امام احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی علیہ الرحمتہ نے "بحرالرائق" کی اس عبارت کو فتاویٰ رضویہ میں نقل فرمایا اور اس پر کسی قسم کی کوئی جرح و تنقید نہیں کی۔

جب گواہان معتبر سے یہ ثابت ہو جائے کہ زید نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی و گستاخی کی ہے تو ایسی صورت میں گستاخی کرنے والے سے قسم لینا (خواہ وہ سیاستہ" ہو یا مصلحتاً یا مزعومہ فتنہ و فساد کے روکنے کے لئے ہو) شرعاً" جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ کا ضابطہ یہ ہے کہ جب مدعی اپنے دعویٰ و الزام کے ثبوت میں معتبر گواہ پیش کر دے تو مدعا علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔ اور مذکورہ بالا صورت میں مدعا علیہ (گستاخ رسول) سے قسم لے کر سمجھوتہ کر لینا اور اسے شرعی فیصلہ قرار دینا نہ صرف از روئے شریعت اسلامیہ غلط ہے بلکہ گستاخ رسول کی بے جا حمایت کرنے اور شریعت اسلامیہ پر افتراء کے مترادف ہے۔

سورۃ توبہ سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی دوسرے کفروں کی طرح نہیں ہے۔ امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمتہ نے فتاویٰ رضویہ کی جلد ششم میں متعدد مقامات پر اس امر کی تصریح کی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ از خود گستاخ رسول کو معاف کر دے۔ زید کا حق بکر اور بکر کا حق زید معاف نہیں کر سکتا تو وہ بدبخت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کر کے آپ کے حق میں گرفتار ہوا اسے زید و بکر کیونکر معاف کر

سکتے ہیں۔ علامہ حصکفی "درمختار" میں فرماتے ہیں اَلْکَافِرُ بِسَبِّ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ لَاتُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ مُطْلَقًا وَلَوْ سَبَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قُبِلَتْ لِاَنَّہٗ حَقُّ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْاَوَّلُ حَقُّ عَبْدٍ لَایَزُوْلُ بِالتَّوْبَۃِ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی نبی کی توہین کر کے جو شخص کافر ہوا اسے کسی طرح دنیا میں معافی نہیں دی جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کی اس نے توہین کی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے مگر رسول کی توہین کا جرم حق عبد ہے جس کا ازالہ معافی سے نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ششم ص ۴۲)

امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے "اشباہ والنظائر" کے حوالے سے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ نشہ کی حالت میں کسی مسلمان کے منہ سے کلمہ کفر نکل گیا تو اسے نہ کافر کہیں گے اور نہ سزائے کفر دیں گے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بے ہوشی سے بھی صادر ہو تو اسے معافی نہ دیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ششم ص ۴۰)

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مبسوط، فتح القدیر، ردالمحتار فتاویٰ بزازیہ، بحرالرائق، فتاویٰ قاضی خان اور بہار شریعت جیسی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ مرتد کا ارتداد سے انکار توبہ سمجھا جائے گا۔ تو یہ مسئلہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی "اشباہ والنظائر" کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ "جلد ششم" میں لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

"اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہو گیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں

گے، نہ اس لئے کہ گواہاں عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لئے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ و رجوع سمجھیں گے۔ لہٰذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہو گا کہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا اور اب توبہ کر لی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کریں گے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہو گئے اور جورو نکاح سے باہر، باقی سزا نہ دی جائے گی۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی یہ وہ کفر ہے جس کی سزا سے دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں یونہی کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی (علیہم الصلوۃ والسلام) بھی ایسی ہی ہے۔ اور "غمزالعیون" کے حوالے سے آپ نے لکھا لَایُتَعَرَّضُ لَہٗ اِنَّمَا ھُوَ فِیْ مُرْتَدٍّ تُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ فِی الدُّنْیَا لَا الرِّدَّۃَ بِسَبِّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

(ترجمہ) اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا یہ حکم صرف اس مرتد کے لئے ہے جس کی توبہ دنیا میں قبول ہوتی ہے۔ مگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے والے مرتد کے لئے یہ حکم نہیں۔

نیز بہار شریعت میں حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی صاحب علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے:

" مرتد اگر ارتداد سے توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول ہے مگر بعض مرتدین مثلاً کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا ہے کہ اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں۔" (بہار شریعت حصہ نہم ص ۱۶۶)

ان تمام دلائل شریعت سے واضح ہوا کہ انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے والے کا بعد ثبوت انکار توبہ نہیں قرار پائے گا اور یہ کہ انبیاء کرام کی شان میں گستاخی دوسرے کفروں کی طرح نہیں ہے۔ ایک اور اہم بات جس کو

چھپایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ گواہاں عادل کو جھوٹا نہیں کہا جائے گا۔ یعنی جن معتبر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے کسی نبی کی شان میں گستاخی کی ہے تو ان گواہاں عادل کو جھوٹا نہیں ٹھہرایا جائے گا بلکہ ان کی گواہی کے مطابق اس شخص کو مرتد قرار دیا جائے گا مگر اس موقع پر الٹی گنگا بہائی گئی۔ ایک تو خلاف ضابطہ شرعی مدعا علیہ (گستاخ رسول) سے قسم لینا تجویز کیا گیا ہے اور اس سمجھوتہ کو شرعی فیصلہ قرار دیا گیا اور ظلم در ظلم یہ کہ حلف نامہ میں جو گستاخ رسول سے لینا تجویز ہوا اس میں شرط بھی لگا دی گئی کہ جن لوگوں نے (گواہوں نے) مدعا علیہ پر غلط الفاظ منسوب کئے ہیں تو وہ جہنمی ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر گستاخ رسول صدق دل سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہو گی یا نہیں۔ تو اس مسئلہ کے متعلق ہمارا موقف وہی ہے جو احناف کا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تشریح و توضیح کے لئے ہم اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی تحریر پیش کرتے ہیں۔ آپ تمہید ایمان کے صفحہ ۳۷ - ۳۸ اور ۴۱ پر فرماتے ہیں :

سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اَیُّمَا رَجُلٍ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَوْ کَذَّبَہٗ اَوْ عَابَہٗ اَوْ تَنَقَّصَہٗ فَقَدْ کَفَرَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَبَانَتْ مِنْہُ امْرَاَتُہٗ

(ترجمہ) "جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشنام (گالی) دے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا اور اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی۔"

(کتاب الخراج ص ۱۱۲) دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی جورو نکاح سے نکل جاتی ہے۔ کیا مسلمان اہل قبلہ نہیں ہوتا؟ یا اہل کلمہ نہیں ہوتا؟ سب کچھ ہوتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کے ساتھ نہ قبلہ قبول' نہ کلمہ قبول۔

شفاء شریف' وبزازیہ' درردوغرر اور فتاویٰ خیریہ و غیرھا میں ہے اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ اَنَّ شَاتِمَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَکُفْرِہٖ کَفَرَ۔

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مجمع الانہر و درمختار میں ہے۔ اَلْکَافِرُ بِسَبِّ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ لَاتُقْبَلُ تَوْبَتُہٗ مُطْلَقًا وَمَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَکُفْرِہٖ کَفَرَ

جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہو اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں۔ اور جو اس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔"

"وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَہْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ (پ ۱۰ - ع ۱۴ سورۃ التوبہ)

اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے' تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ' امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں :

اِنَّهٗ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ○ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ یُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اِنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادِیْ كَذَا وَمَا یَدْرِیْهِ بِالْغَیْبِ

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی اس کی تلاش تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے' محمد ﷺ غیب کیا جانیں؟

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو' بہانے نہ بناؤ' تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے (دیکھو تفسیر الامام ابن جریر مطبع مصر جلد دھم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

مسلمانو ! دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں۔ کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ۔ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

اس کے بعد امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ تمہید ایمان میں لکھتے ہیں :

مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزارہا ائمہ دین کے نزدیک اصلاً" قبول نہیں۔ اور اسی کو ہمارے علمائے حنفیہ

سے امام بزازی و امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام و علامہ مولی خسرو صاحب دررو غرر و علامہ زین ابن نجیم صاحب بحرالرائق و اشباہ النظائر و علامہ عمر بن مجسم صاحب بحرالفائق و علامہ ابو عبداللہ محمد ابن عبداللہ غزی صاحب تنویر الابصار و سید خیرالدین رملی صاحب فتاویٰ خیریہ و علامہ شیخی زادہ صاحب مجمع الانہر و علامہ مدقق محمد بن علی حصکفی صاحب درمختار وغیرہم عمائد کبار علیہم رحمۃ اللہ العزیز الغفار نے اختیار فرمایا بیدان تحقیق المسئلۃ فی الفتاویٰ الرضویہ۔

اس لئے کہ عدم قبول توبہ تو حاکم اسلام کے یہاں ہے کہ وہ اس معاملہ میں بعد توبہ بھی سزائے موت دے ورنہ اگر توبہ صدق دل سے ہے تو عنداللہ مقبول ہے کہیں یہ بدگو اس مسئلہ کو دستاویز نہ بنا لیں کہ آخر تو توبہ قبول نہیں پھر کیوں تائب ہوں؟ نہیں نہیں توبہ سے کفر مٹ جائے گا' مسلمان ہو جاؤ گے۔ جہنم ابدی سے نجات پاؤ گے اس قدر پر اجماع ہے۔ کمافی ردالمحتار۔

ایک اہم فتویٰ

سوال نمبر۱ : وہابی نجدی امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جن لوگوں نے پاکستان میں ایسے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور جو لوگ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں حج کے موقع پر حرمین **طیبین** میں ایسے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں ان کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر۲ : محکمہ اوقاف کی تحویل میں جو مساجد ہیں ان میں وہابی، دیوبندی وغیرہ ہر قسم کے امام ہیں غیرمذہب والے امام کے پیچھے نماز درست ہو گی یا نہیں؟

(جواب) ان دونوں سوالوں کا جواب سمجھنے کے لئے ایک مختصر تمہید عرض کی جاتی ہے اگر اس تمہید کو غور سے پڑھ لیا جائے تو انشاء اللہ نہایت آسانی سے جواب سمجھ آجائے گا۔

" تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ کسی امام کے پیچھے صحت اقتداء کے بغیر نماز درست نہیں ہو سکتی۔ جس کے لئے مقتدی و امام کے مابین ایک مخصوص رابطہ قائم ہو جانا ضروری ہے۔ اس مخصوص رابطہ کے بغیر صحت اقتداء متصور نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ رابطہ ظاہری، مادی، اور جسمانی نہیں بلکہ یہ رابطہ صرف باطنی، روحانی اور اعتقادی ہے جس کا وجود امام اور مقتدی کے درمیان اصولی اعتقاد میں موافقت کے بغیر ناممکن ہے۔ شرک توحید کے منافی ہے اور کفرو جاہلیت اسلام اور ایمان سے قطعاً" متضاد ہے۔ اگر مقتدی جانتا ہے کہ میرا کوئی عقیدہ امام کے نزدیک شرک جلی یا کفرو جاہلیت

ہے تو دونوں کے درمیان اعتقادی موافقت نہ رہی اور اس عدم موافقت کے باعث صحت اقتداء کی بنیاد منہدم ہو گئی۔ ایسی صورت میں اس امام کے پیچھے اس کی نماز کا صحیح ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟ اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً کسی منکر ختم نبوت کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ مقتدی ختم نبوت کا اعتقاد رکھتا ہے اور امام ختم نبوت کا منکر ہے۔ دونوں کے درمیان اعتقادی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے صحت اقتداء کی بنیاد باقی نہ رہی۔ لہذا نماز نہ ہوئی توضیح مدعا کے لئے ہدایہ سے ایک جزئیہ کا خلاصہ پیش کرتا ہوں کہ اگر امام کی جہت تحری مقتدی کی جہت سے مختلف ہو اور تاریکی یا کسی اور وجہ سے مقتدی کو اس اختلاف کا علم نہ ہو سکے تو اس کی نماز درست ہے اگر مقتدی امام کی جہت تحری کا علم رکھتے ہوئے اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

صاحب ہدایہ نے اس فساد کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا۔ لِاَنَّہٗ اعْتَقَدَ اِمَامَہٗ عَلَی الْخَطَاِ یعنی فساد صلوٰۃ کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی نے اپنے امام کے خطاء پر ہونے کا اعتقاد کیا اس سے واضح ہوا کہ نماز درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مقتدی امام کے خطا پر ہونے کا معتقد نہ ہو یعنی مطابقت اعتقاد ضروری ہے بشرطیکہ مقتدی امام کی خطا سے باخبر ہو اور اگر وہ امام کی خطاء سے لاعلم ہے ایسی صورت میں اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

اس مختصر تمہید پر غور کرنے سے یہ بات آسانی سے سمجھ آجاتی ہے کہ مقتدی جب یہ جانتا ہو کہ امام کے اعتقاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب ماننا کفرو شرک ہے اور امام کے عقیدے میں انبیاء کرام و صالحین علیہم السلام سے استمداد بلکہ توسل تک شرک ہے اور امام مزارات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام و مزارات اولیاء عظام علیہم الرحمۃ

الرضوان کے لئے سفر کرنے بلکہ مزارات کی تعظیم و تکریم کو بھی شرک قرار دیتا ہے اور مقتدی ان تمام امور کو توحید اور اسلام کے عین مطابق سمجھتا ہے تو ایسی صورت میں عدم موافقت کی وجہ سے صحت اقتداء کی بنیاد مفقود ہے پھر نماز کیوں کر درست ہو سکتی ہے۔

مقتدی کی تین قسمیں

رہا یہ امر کہ حج وغیرہ میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی نمازوں کا کیا حکم ہو گا۔ تو میں عرض کروں گا کہ ہزاروں لاکھوں مسلمان جن کے اصولی عقائد امام سے مختلف ہیں ان کی تین قسمیں ہیں اول وہ جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے اصولی عقائد میں امام کا عقیدہ ہم سے مختلف ہے ان کا حکم تمہید کے ضمن میں واضح ہو گیا۔ ایسے لوگ اپنے علم کے مقتضاء کے مطابق یقیناً مجتنب رہیں گے۔

دوم وہ مسلمان جو یہ جانتے ہیں کہ امام کے بعض عقائد ہمارے عقائد سے مختلف ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ اختلاف اصولی عقائد میں ہے اور ہمارے عقائد امام کے نزدیک کفر و شرک، معصیت و جاہلیت کا حکم رکھتے ہیں یہ مسلمان محض حرم مکہ و حرم مدینہ اور مسجد حرام و مسجد نبوی کی عظمتوں اور عشق و محبت الٰہی و رسالت پناہی کے جذبات سے متاثر ہو کر اپنی غلط فہمی کی بناء پر اس امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کی اس خطا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ورافت کے پیش نظر امید کی جاسکتی ہے کہ رب کریم ان کی نمازوں کو رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

سوم وہ مسلمان جنہیں سرے سے امام کے ساتھ اختلاف عقائد ہی نہ ہو محض سادہ لوح ہیں عشق و محبت سے سرشار ہو کر حرم مکہ اور حرم مدینہ میں

حاضر ہوئے اور انہوں نے بحالت لاعلمی اس امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان کے متعلق بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عفو و کرم سے ان کی نمازوں کو ضائع نہ ہونے دے گا۔ دوم اور سوم قسم کے مسلمانوں کی خطاء قابل عفو ہے۔ طبرانی میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مرفوع حدیث مروی ہے۔ رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ اٹھا لیا گیا میری امت سے خطا اور نسیان کو اور اس چیز کو جس پر وہ مجبور کئے گئے یعنی ان تینوں حالتوں میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا۔

مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور بکریاں چرانے والے ایک گڈریئے کا واقعہ بطور تمثیل لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بکریاں چرانے والا گڈریا اللہ تعالیٰ کی محبت میں کہہ رہا تھا کہ

" اے اللہ تعالیٰ! اگر تو میرے پاس آئے تو تجھے نہلاؤں۔ تیرے بالوں میں کنگھی کروں۔ تجھے دودھ پلاؤں۔ تیرے پاؤں دباؤں "

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے سختی سے ڈانٹا اور ایسی باتوں سے منع فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰ! میرا بندہ میری محبت میں مجھ سے مخاطب تھا۔ آپ نے اسے کیوں روکا۔

مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں :

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا
بندۂ مارا چرا کردی جدا ؟

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

میرا مقصد اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنے سے صرف یہ ہے کہ سچی محبت اور سچا عشق اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کا موجب ہوتا ہے۔ اس لئے اگر سچی محبت اور عشق والے مسلمان نے غلط فہمی یا بے خبری میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لی تو رحمت خداوندی سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ بے نمازی قرار نہیں پائے گا اور اللہ اس کا مواخذہ نہ فرمائے گا۔

مزید وضاحت کے لئے عرض ہے کہ وہ ہزاروں لاکھوں مسلمان جن کا ذکر سطور بالا میں ہو چکا ہے۔ ان تین نمازیوں کی طرح ہیں جن کے پاس نجاست لگا ہوا کپڑا ہے اور اس پر جو نجاست لگی ہوئی ہے وہ مقدار اتنی زیادہ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے اس کپڑے سے نماز جائز نہیں۔

ایک نمازی وہ ہے جس نے جان لیا کہ کپڑے پر نجاست ہے اور یہ بھی جان لیا کہ اتنی نجاست کے ہوتے ہوئے نماز نہیں ہو سکتی ظاہر ہے کہ وہ اپنے اس علم کی بناء پر ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے سے اجتناب کرے گا۔ دوسرا نمازی وہ ہے جو اس کپڑے کی نجاست کو جانتا ہے مگر غلط فہمی کی بناء پر یہ نہیں جانتا کہ اس نجاست سے نماز نہیں ہو سکتی اب اگر وہ شخص نماز کی محبت اور کمال شوق الی الصلوۃ کی بناء پر اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ لے تو رحمت الٰہیہ سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ فرمائے گا اور اس کے شوق و محبت کی بناء پر اس کی نماز کو ضائع نہ ہونے دے گا۔

تیسرا نمازی وہ ہے کہ جو سرے سے کپڑے کی نجاست کا علم ہی نہیں رکھتا اور کمال عشق عبادت اور نماز کی محبت میں اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے فضل ایزدی اور کرم خداوندی سے اس کے بارے میں بھی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنے دامن عفو و کرم میں چھپائے گا اور

اس کی نماز مردود نہ ہوگی۔

یہ صحیح ہے کہ جاننے والے ایسے لوگوں کو صحیح بات ضرور بتائیں گے لیکن اس کے باوجود بھی اگر کسی کو صحیح بات نہ پہنچ سکے تو حکم مذکور مجروح نہ ہوگا۔ (مقالات کاظمی ..... حضرت غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ)

نذرانۂ عقیدت بحضورِ خلفاءِ راشدین

(۱)

مخدومِ صحابۂ نبیؐ بالتحقیق — انکار کنندہ اش لئیم و زندیق
بنقش چو گہر بہ سلکِ ازواجِ رسول — بنگر بنگر بہ شانِ صدیقِ عتیق

ترجمہ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاتفاق حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے مخدوم ہیں، آپ کا منکر بخیل، حاسد اور بے دین ہے؛ آپ کی صاحبزادی (سیدہ عائشہؓ) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی لڑی میں موتی کی طرح پروئی ہوئی ہیں۔ اے منکرِ شانِ صدیقؓ! ذرا صدیقِ اکبرؓ کی شان تو دیکھ۔

(۲)

تائیدِ خدا گواہِ شانِ عمرؓ است — انوارِ نبیؐ در دل و جانِ عمرؓ است
ابلیس جبلتاں گریزند از من — زاں دم کہ سرم بر آستانِ عمرؓ است

ترجمہ۔ دینی و دنیوی امور میں اللہ تعالیٰ کی تائید سیدنا عمرؓ فاروق کی شان کی گواہ ہے، آپ کا قلب مبارک اور روح مقدسہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات کی مظہر ہیں؛ جب سے میرا سر حضرت عمرؓ کے آستانۂ پاک پر خم ہے، شیطان فطرت لوگ مجھ سے دور بھاگتے ہیں۔

(۳)

بیخود شدم از مئے ولائے عثمانؓ — مثل آباستم فدائے عثمانؓ
اربابِ حیا رسند بر رمزِ نصیر — آبِ رخِ دین از ست حیائے عثمانؓ

ترجمہ: میں سیدنا عثمان غنیؓ کی شرابِ محبت سے سرشار ہو گیا، میں اپنے آبا و اجداد کی طرح جنابِ عثمانؓ کی ذاتِ جلیلہ پر قربان ہوں، نصیر کی اس رمز کو شرم و حیا والے پا سکتے ہیں کہ جنابِ عثمان غنیؓ کی حیا دینِ محمدی کے چہرے کا غازہ اور بھرم ہے۔

(۴)

در مصحفِ حق آیتِ دین است علیؓ — بر چرخِ عطا مہرِ مبین است علیؓ
گوید چہ نصیر سر از علوِ قدرش — در بزمِ ولا صدر نشین است، علیؓ

ترجمہ: جنابِ حیدرِ کرار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دینی آیت کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ آسمانِ کرم کے درخشندہ آفتاب ہیں۔ نصیر آپ کی قدر و منزلت کی بلندیوں کو کیا بیان کرے (البتہ یہ سچ ہے کہ) محبتِ رسولؐ کی محفل کے صدر نشین حضرت علیؓ ہیں۔

نام و نسب ص ۴۸۳

سید نصیر الدین نصیر گیلانی مدظلہ

آخری گذارش

علامہ غلام نصیر الدین چشتی

قارئینِ کرام ہم نے اختلافی مسائل کے سلسلہ میں قرآن اور حدیث کے دلائل و شواہد اور تاریخی حقائق پیش کر دیئے ہیں تاکہ اربابِ علم و دانش کو متنازعہ مسائل کی حقیقت اور تہہ تک پہنچنے میں آسانی ہو اور ملتِ اسلامیہ مزید ذہنی انتشار، باہمی آویزش اور فرقہ واریت سے بچ سکے اگر حق کا متلاشی دینیات اور تاریخ کی تھوڑی سی شدھ بدھ رکھنے کے ساتھ قدرے معقول اور منصف مزاج بھی ہو تو اسکیلئے تو علمی دلائل مفید ہو سکتے ہیں مگر جب کوئی منفی طرزِ فکر ہی پر ڈٹے رہنے کا ادھار کھائے بیٹھا ہو تو ایسے احمقوں اور تعلیم یافتہ جاہلوں کے سامنے علمی اور تاریخی دلائل پیش کرنا تضییعِ اوقات کے سوا کچھ نہیں ہے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض عاقبت نا اندیش خود پسند، مغرور مذہبیوں اور فتنہ پردازوں نے امتِ مسلمہ کو گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ سیدی و سندی حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں ؎

افرادِ ملت اند بے ربطِ وفاق
پے بردہ رہ کدورت و بغض و نفاق

تنویرِ یقین ز فرقہ بندی گم شد

دادند عروسِ ننگ را ہر سہ طلاق

ترجمہ : امّت مسلمہ کے افراد باہمی نفرت و نا اتفاقی کے باعث بغض و کدورت اور منافقت کی راہ پر چل نکلے، فرقہ پرستی اور گروہ بندی کے سبب (ان کے قلوب سے) یقینِ محکم کا نور جاتا رہا۔ بہ الفاظِ دیگر ایسے انتشار پسند اور فرقہ پرستوں نے شرم و حیا کی دلہن کو ایک ہی بار تین طلاقیں دے دی ہیں۔

فرقہ وادیت کی فضا کس گروہ کے خُبثِ باطن کا نتیجہ ہے اور تاریخی حقائق کے چہروں کو مسخ کرنے میں کون سا فرقہ مہارت رکھتا ہے ؎

اب حشر میں کیا منہ کھولیں ہم ، کیا بات کریں کیا بولیں ہم

کس کی ہے وفا کس کی ہے جفا ، یہ فیصلہ قاتل خود کرے

(نام و نسب ص ٦١١)

گیلانی پبلشر۔ گولڑہ شریف

مولانا حافظ حکیم محمد اسحاق صاحب

ہدایات

شفاخانہ رحیمیہ پرانی سبزی منڈی چکوال

انسان کے اپنے وجود کی نفی اور ذات باری تعالیٰ کے شعور کے لئے درج ذیل ہدایات پر عمل پیرا ہونا حصول مقصد کی خاطر ضروری ہے۔

۱۔ رزق حلال کھانا چاہئے۔

۲۔ دنیوی جاہ و جلال کا خواہش مند نہیں بننا چاہئے۔

۳۔ کثرت مال و دولت کو معیار فضیلت اور سرمایہ عزت نہیں سمجھنا چاہئے۔

۴۔ ریاکاری، تصنع اور انسان فریبی سے اجتناب کرنا چاہئے۔

۵۔ کسب معاش کی غرض سے غیر اسلامی علوم وفنون بھی ضرور سیکھنے چاہئیں بشرطیکہ ان سے کہیں زیادہ دینی علوم کا سرمایہ اپنے پاس موجود ہو تاکہ افکار، عقائد مسموم ہونے سے محفوظ رہ سکیں اور غیر اسلامی علوم کی یلغار میں دینی علوم حصار کا کام دیں۔

۶۔ قرآن مجید، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اکابر امت کے جمع کردہ ذخیرہ علمی کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

۷۔ دنیاداری کی باتیں کم اور دین کی باتیں زیادہ کرنی چاہئیں۔

۸۔ اپنے حلقہ اثر کو محض دنیوی امور زیر بحث لانے سے ٹوکنا چاہئے اور ان کے بجائے انہیں قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کو موضوع گفتگو بنانے کی تلقین کرنی چاہئے۔

۹۔ غیر اسلامی علوم کو اسلامی علوم پر فوقیت نہیں دینی چاہئے بلکہ غیر اسلامی علوم کو اسلامی علوم سے کمتر سمجھنا چاہئے۔

۱۰۔ صوفیائے کرام اور اکابر امت کے حکمت آموز اور روح پرور ذخیرہ نظم و نثر کو مستقلاً زیر مطالعہ رکھنا چاہئے۔

۱۱۔ وقت کے حکمرانوں، بادشاہوں، وزیروں، امیروں، سیاسی لوگوں، دنیاداروں، نوابزادوں، جاگیرداروں، وڈیروں اور مغرور دولت مندوں کی ظاہری جاہ وحشمت کو خاطر میں نہیں لانا چاہئے اور ان سے تعارف پیدا کرنے اور باریابی کی خاطر ہلکان نہیں ہونا چاہئے۔ وہ آجائیں یا خود ملنا چاہیں تو اخلاقاً ضرور مل لینا چاہئے، مگر اپنی ذاتی حاجات لے کر ان کے دروازوں کا طواف نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا سلوک وہ کریں ویسا ہی ان سے سلوک کرنا چاہئے۔ ان کی تعظیم میں غلو سے کام نہیں لینا چاہئے۔

ماخوذ از نام و نسب

مدظلہ
حضرت صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گیلانی